امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

# ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی


اس شمارہ میں


■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل، حکایات اہل دل
■ ایک ساتھ تین طلاق دینا گناہ
■ نئی نسل کے یہ مسائل
■ کوچنگ کا پھیلتا جال اور طلبہ کی خودکشی
■ عدم تحفظ؛ آج کی دنیا کا شناخت نامہ
■ ہمارے معاشرہ میں ساس بہو کا رشتہ
■ اخبار جہاں، ہفتہ رفتہ، طب وصحت


جلد نمبر 63/73 | مورخہ ۲۴ رصفر المظفر ۱۴۴۵ھ مطابق ۱۱ رستمبر ۲۰۲۳ء روز سوموار | شمارہ نمبر:34

بین السطور

# بدگمانی - مہلک روحانی بُرائی

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

باہمی حقوق وآداب معاشرت، جماعتی اور اجتماعی زندگی، خاندان، گاؤں اور سماجی ہم آہنگی کے لیے ضروری ہے کہ ہر قسم کی بدگمانی سے بچا جائے، یہ بدگمانی گناہ کبیرہ تو ہے ہی آپسی تعلقات کے تار وپود بکھیرنے میں سب سے زیادہ مؤثر ہے، اسی لیے اللہ رب العزت نے سورۃ الحجرات آیت ۱۲ رمیں جن چیزوں کے کرنے سے منع کیا ہے ان میں ایک بدگمانی بھی ہے، ایمان والوں کو حکم دیا گیا ہے کہ بہت سے گمان سے بچتے رہیں اس لیے کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں، یہ جو گناہ والے گمان ہیں انہیں کو اردو میں بدگمانی سے تعبیر کیا جاتا ہے، اسی لیے تمام مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ مطلق گمان گناہ نہیں ہے، بلکہ بعض گمان ہی گناہ ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ بلا دلائل قوی اور حجت تام کے کسی پر کوئی الزام دھر دے اور تہمت لگا دے۔ مثلا اللہ تعالیٰ سے بدگمانی رکھنا کہ وہ مجھے عذاب دے گا اور مصیبت میں مبتلا رکھے گا، ایسی بدگمانی حرام ہے، اس قسم کی بدگمانی سے بندوں میں مایوسی اور قنوطیت پیدا ہوتی ہے، اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو جاؤ اور یہ کہ اللہ کی رحمت سے کافر ہی مایوس ہوا کرتے ہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی کہ تم میں سے کسی کو بغیر اللہ کے ساتھ اچھے گمان کے موت نہ آئے، ایک حدیث قدسی میں ہے کہ میں بندے کے ساتھ وہی برتاؤ کرتا ہوں، جیسا وہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے، کم سے کم بندے کو یہ گمان تو ضرور رکھنا چاہیے کہ اگر اللہ عذاب دے تو ہم اس کے بندے ہیں اور اگر وہ بخش دے تو غالب حکمت والا ہے۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ اللہ کے ساتھ حسن ظن فرض ہے، اور بدگمانی حرام ہے۔

اللہ رب العزت یہ بھی پسند نہیں کرتے کہ ایک بندہ دوسرے بندے سے بدگمان رہے، اس لیے کہ یہ بدگمانی دنیا وآخرت دونوں کی تباہی کا ذریعہ ہے، واقعہ افک کو یاد کیجئے، جب حضرت عائشہؓ پر تہمت لگی، یہ تہمت اسی بدگمانی کے نتیجے میں لگی، اس میں بڑا ہاتھ یقیناً منافقین کا تھا، لیکن اس موقع سے دو مسلم مرد اور ایک عورت بھی اس بدگمانی کے حصہ دار بنے، گو بعد میں اللہ رب العزت نے ان کی مغفرت کا اعلان کر دیا، اللہ رب العزت نے اس بدگمانی کے بارے میں یہ بات صاف کر دی کہ مسلمانوں نے جب یہ خبر سنی اسی وقت ان کے بارے میں وہ حسن ظن رکھتے اور کہہ دیتے کہ یہ کھلا جھوٹ ہے، اس سے ہمیں یہ تعلیم ملتی ہے کہ کسی مسلمان کے بارے میں جب تک کسی گناہ یا عیب کے بارے میں دلیل شرعی سے معلوم نہ ہو جائے اس وقت تک نیک گمان رکھنا ضروری ہے اور جب تک دلیل سے ثابت نہ ہو جائے اس وقت تک کسی بات کو اس کی طرف منسوب کرنا ایمانی تقاضوں کے خلاف ہے۔

اب اگر کوئی شخص کسی کے بارے میں غلط افواہ پھیلاتا ہے اور لوگوں میں بدگمان کرنے کی مہم چلاتا ہے تو اس سے دلائل طلب کرنے چاہیے اور دلائل نہ پیش کر سکے تو اسلامی حکومت میں حد قذف یعنی اسی (۸۰) کوڑے لگائے جائیں گے اور ایسے لوگوں کی گواہی عند القضاء قابل قبول نہیں ہوگی، ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ وہ فاسق ہیں۔

یہ بدگمانی کانا پھوسی سے پیدا ہوتی ہے اور جو لوگ کسی کے خلاف مہم چلاتے ہیں تو کھلم کھلا بولنے کی ہمت نہیں ہوتی، کان بھرتے رہتے ہیں، سرگوشی کر کے باتوں کو پہونچاتے ہیں، اللہ رب العزت نے اس سے سختی سے منع کیا، سورۃ مجادلہ کی آیت نمبر آٹھ میں یہ بات کہی گئی ہے کہ جب تم کان میں بات کیا کرو تو گناہ کی زیادتی کی اور اللہ کے رسول کی نافرمانی کی مت کیا کرو، بات کرنی ہی ہو تو احسان اور پرہیزگاری کی کیا کرو اور اللہ رب العزت سے ڈرتے رہو اس لیے کہ تمہیں اسی کے پاس جمع ہونا ہے۔

اس تفصیل کے بعد اللہ رب العزت نے اسے شیطان کا کام قرار دیا اور فرمایا کہ وہ ایسا اس لیے کرتے ہیں تاکہ ایمان والوں کو صدمہ پہونچائیں، حالاں کہ وہ اللہ کے حکم کے بغیر کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتے، ایمان والوں کو اللہ پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

قرآن واحادیث کی روشنی میں بدگمانی کے مفاسد اور اس پر اللہ کی جانب سے وعیدوں کے ذکر کے بعد یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ بدگمانی آخر انسان کرتا کیوں ہے؟ اس کی دو وجہ ہوتی ہے، ایک تو یہ کہ دوسرے کے بارے میں بدگمان کر کے اگلے کی نظر میں مقام ومرتبہ حاصل کرنا، اور دوسری وجہ علم کی کمی اور جہالت ہے۔ بہت سے لوگ بات بات پر بدگمان ہو جاتے ہیں، مثلاً آفس میں کوئی مسئلہ پیدا ہو گیا تو آدمی بدگمان ہوتا ہے کے میرے خلاف سازش کی گئی، کاروبار میں نقصان ہو گیا تو دوسرے کاروباری سے بدگمانی کے یہ سب اسی کا کیا دھرا ہے، دعا میں اگر رقت طاری ہو گئی تو بدگمانی کے دکھاوے کے لیے رو رہا ہے، گھر سے کوئی چیز غائب ہو گئی تو کام کرنے والے سے بدگمانی کے اسی نے چرائی ہوگی، قانونی رکاوٹ کی وجہ سے کسی نے کام نہیں کیا تو بدگمانی کہ رشوت چاہتا ہے، کسی نے آتے وقت توجہ نہ دی تو یہ گمان کہ بڑا کھمنڈی ہے، رشتہ بنتے بنتے رہ گئی تو یہ گمان کہ ہمارے پڑوسی نے کچھ لگا بجھا کیا ہوگا، بہو نے دعا لمبی کر دی تو ساس کو گمان کے کام کرنے کے ڈر سے لگی ہے، یا میرے لیے بددعا کر رہی ہے، بہو ہی کی طرف توجہ تھوڑی کم ہوئی تو ساس سے بدگمانی کے شوہر کے کان ساس نے بھر دیے، قرض لینے والے سے رابطہ نہ ہو سکا تو یہ گمان کہ ہمارا روپیہ کھا گیا، کسی کو آنے میں تاخیر ہوئی تو بدگمانی کے وعدہ کر کے مکر گیا، ویزا ٹکٹ کے روپے جس کو دیے تھے وہ نہیں مل رہا تو یہ گمان کے روپے لے کر بھاگ گیا، کامیابی پر کسی نے مبارکباد نہیں دی تو یہ گمان کہ ہم سے جلتا ہے یہ اور اس قسم کی دوسری بدگمانیاں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے، کبھی مصنوعی افواہ کے ذریعہ لوگوں کے قلوب میں بدگمانی کا بیج ڈال دیا جاتا ہے، تاکہ اپنی طہارت، پاکیزگی کا پرچم بلند کیا جا سکے، حالاں کہ ایسے ہی لوگوں کے لیے شاعر نے کہا ہے۔

اتنا نہ بڑھا پاکئ داماں کی حکایت     دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

ادارے، تنظیموں، جماعتوں میں بدگمانی کی یہ بیماری عام ہے، ہر ڈگر ہر نگر ایک سا حال ہے، کسی ملازم اور کارکن کو خوش حال دیکھ لیا تو یہ گمان کہ ضرور کہیں ہاتھ مارا ہے، اس کا بڑا نقصان سماجی طور پر ہوتا ہے۔ آپ نے کسی کے بود وباش، ٹھاٹ باٹ، مکان ودوکان کے بارے میں لوگوں کو کسی خاص شخص کے بارے میں بدنام کر دیا، اس کے تو بڑے مکانات ہیں، گاڑیاں ہیں، اور تنخواہ تو اقل قلیل ہے، اب لوگ بدگمان ہو گیے کہ ضرور مدرسے، مسجد ادارے کی رقم مارا ہے، یہ بدگمانی بعض لوگوں نے پھیلائی اور جس طرح واقعہ افک میں بعض مسلمان بھی اس کو مان بیٹھے تھے، ویسے ہی عوام کے ساتھ خاص ادارے کے ذمہ دار بھی بدگمانی میں مبتلا ہو جاتے ہیں، اسی بدگمانی سے روکنے اور غلط خبروں کی تشہیر سے بچنے کے لیے اللہ رب العزت نے سورۃ الحجرات کی آیت نمبر چھ میں فرمایا کہ اگر تمہارے پاس کوئی شریر آدمی خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کر لو، اس لیے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ انجانے میں کوئی تکلیف پہونچا دو اور بعد میں اپنے کیے پر پچھتانا پڑے۔

لیکن صورت حال اس قدر خراب ہے کہ کوئی تحقیق کی زحمت نہیں گوارا کرتا اور آنکھ بند کر کے کان میں جو کچھ ڈال دیا گیا، اسے مان لیا، حالاں کہ جن ظاہری امور کی وجہ سے وہ بدگمانی میں مبتلا ہوا ہے اس کی تحقیق کر لیتا تو اس نتیجہ تک پہونچنا بہت آسان تھا کہ متعلقہ شخص کے پاس آمدنی کے دوسرے اور بھی ذرائع ہیں، ہو سکتا ہے وہ زمیندار ہو، ممکن ہے اس نے گھر زمین بیچ کر ہی بنایا ہو، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے خاندان کے دوسرے لوگ بڑی بڑی تنخواہوں پر کام سے لگے ہوں، خاندان میں آپسی تعاون کا مزاج ہو اور دوسرے بیٹے اور بھائیوں نے اس ترقی میں ہاتھ بٹایا ہو، خاندان کے لوگ ملک سے باہر کمار ہے ہوں اور ان کی یافت اس قدر ہو کہ وہ ٹھاٹھ باٹ کی زندگی گذار سکتے ہوں، اور اگر اس کا شمار اہل اللہ میں ہوتا ہے تو ہدیہ، نذرانہ کی آمدنی سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا، مساجد کے ائمہ اور مدارس کے اساتذہ کی بود وباش کا بڑا حصہ ہدیہ، نذرانہ، قاضیانہ وغیرہ سے ہی آجاتا ہے اور وہ اس قدر ٹھسے سے زندگی گذارتے ہیں کہ لاکھ روپے کمانے والا اس معیار کے ساتھ زندگی نہیں گذارتا، اب لوگوں کو تجسس ہوتا ہے کہ تنخواہ تو ہم پانچ ہی ہزار دیتے ہیں، یہ اس قدر معیاری زندگی کس طرح گذارتا ہے، ظاہر ہے اس نے کسی کی جیب نہیں کاٹی ہے، یہ اللہ کے کلام کے دربان ہونے کی برکت ہے کہ قلیل تنخواہ کے باوجود اللہ اس کی ساری ضرورتوں کی کفالت کرتا ہے، اور اسے ایک معیاری زندگی نصیب ہوتی ہے، اس لیے لوگوں کے کہنے سے بدگمان نہیں ہونا چاہیے، تحقیق کرنی چاہیے، تاکہ سب لوگ بدگمانی کے گناہ سے بچ سکیں اور آپس میں سماجی آہنگی قائم رہے۔

کیوں کہ بدگمانی ام الامراض ہے یہ بہت سارے گناہ کا سبب بنتی ہے، گھر، خاندان، میاں بیوی کے تعلقات سب پر اس کے بُرے اثرات پڑتے ہیں، اگر یہ بدگمانی ادارے، تنظیموں اور جماعت کے ذمہ داروں کے دلوں میں پیدا ہو جائے تو اعتماد کی فضا ختم ہو جاتی ہے اور انفرادی فعل پوری تحریک پر اس طرح اثر انداز ہو جاتا ہے کہ بہت سے تحریک سے ہی برگشتہ ہو کر دامن جھڑا لیتے ہیں۔

## اچھی باتیں

”کپڑے انسان کے جسم کو ڈھانپتے ہیں اور گفتگو اس کی شخصیت کو ☆ ہم لوگ زندگی کی دوڑ میں اتنا مصروف ہو گیے ہیں کہ اپنے پیاروں کو تحفے میں گھڑی تو دے دیتے ہیں، وقت نہیں دے پاتے ☆ جو انسان جتنا خاموش رہتا ہے وہ اپنی عزت کو اتنا محفوظ رکھتا ہے ☆ لوگوں سے ملتے وقت اتنا مت جھکو کہ اٹھتے وقت سہارا لے کر اٹھنا پڑے ☆ ابلیس کا رویہ یہ تھا کہ وہ اپنی غلطی پر شرمندہ نہیں تھا، اور ہمارا رویہ یہ ہے کہ ہم شرمندہ ہونے والے کو ایسا ذلیل کرتے ہیں کہ وہ ابلیس بن جاتا ہے ☆ بُرائی کی طرف نفس دوڑ کر جاتا ہے جب کہ نیکی کی طرف اسے گھسیٹ کر لانا پڑتا ہے ☆ انسان ہارتا اس وقت ہے جب اس کے اپنے لوگ منافق بن جائیں۔“ (حاصل مطالعہ)

## بلا تبصرہ

”دعوے بھلے جو بھی کیے جائیں لیکن یہ تلخ حقیقت ہے کہ فضائی آلودگی اب ناسور بن گیا ہے، یہ صرف سردی کے موسم میں نہیں بلکہ یہ سال بھر رہنے والی چیز بن گئی ہے اور اس کا بُرا اثر لوگوں کی صحت پر پڑ رہا ہے اور ان کی اوسط عمر میں 5.3 سالوں کی کمی آئی ہے، سال 2005 میں یہ آنکڑا پانچ سال کا تھا، این سی آر کی حالت اور بھی خراب ہے، وہاں رہنے والوں کی عمر اوسطا 11.9 سال تک گھٹ گئی ہے، جب کہ گذشتہ سال اس کا تخمینہ 10 سال کا تھا، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر عام حالات میں (اسباب کے درجہ میں) ستر برس زندہ رہتے ہیں تو ہندوستان میں رہنے والا آدمی 64.5 سال تک ہی زندہ رہ سکتا ہے، دہلی میں رہنے والا آدمی 58 سال ہی زندہ رہ پائے گا۔ یہ اعداد وشمار شکاگو یونیورسٹی کی رپورٹ ایر کوالٹی لائف انڈکس کی ہے۔“ (دینک جاگرن ۲۹ راگست ۲۰۲۳ء)

# اللہ کی باتیں----- رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

## غفلت کے پردے کو چاک کیجئے

’’اے مسلمانو! تم کو تمہارے مال واولاد اللہ کی یاد سے غافل نہ کردیں اور جو ایسا کریں گے، وہی نقصان اٹھانے والے ہوں گے اور ہم نے جو کچھ تم کو عطا کیا ہے، اس میں سے اس وقت سے پہلے پہلے کہ تم میں سے کسی پر موت آجائے، اللہ کے راستہ میں خرچ کرلو، پھر وہ کہنے لگے: اے میرے پروردگار! کاش آپ نے مجھے تھوڑی اور مدت تک مہلت دی ہوتی تو میں خیرات کرتا اور نیک بندوں میں ہوجاتا اور جب کسی کی موت کا وقت آجائے تو اللہ ہرگز مہلت نہیں دیں گے اور اللہ تمہارے سب کاموں سے باخبر ہے‘‘ (منافقون:۱۱)

**مطلب**: اللہ رب العزت نے ان آیات میں انسان کی دو فطری کمزوریوں کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اکثر دیکھا گیا کہ انسان مال ودولت اور آل واولاد کی محبت میں اس قدر گرفتار ہوجاتا ہے کہ اس سے عبادتوں کی ادائیگی میں کوتاہی ہونے لگتی ہے، نہ وقت پر نماز کی ادائیگی کی فکر رہتی ہے اور نہ ہی آخرت کی پرواہ، بس وہ دنیاوی مسائل میں الجھا رہتا ہے، چنانچہ رب کائنات نے مسلمانوں کو خبردار کیا کہ اے مسلمانو! تم ایک بیدار امت ہو، تمہیں ہمیشہ چوکنا رہنا ہے اور شریعت کے احکام کی پاسداری کرنی ہے، اپنے مال واولاد کی محبت میں اس طرح نہیں کھونا ہے کہ اللہ کی یاد سے غافل ہوجاؤ۔

دوسری بات یہ ہے کہ اللہ نے جو مال ودولت کی نعمت سے نوازا ہے، اس کا شکریہ ادا کرو اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ حاجت مندوں کی حاجت روائی کرو، پریشان حال لوگوں کی مالی مدد کرو اسی سے بلائیں اور مصیبتیں دور ہوں گی اور ایمان ویقین میں قوت وتوانائی پیدا ہوگی، اس لئے زندگی اور موت کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے، اس سے پہلے کہ یہ وقت آن پہونچے صدقہ وخیرات کرتے رہنا، کیونکہ جب موت سامنے کھڑی ہو اور آپ کے دل میں صدقہ کرنے کا احساس ابھرنے لگے تو اس وقت کے احساس کا کوئی فائدہ نہیں، اس وقت تمنا کرنے لگیں کہ اے رب! مجھے تھوڑی مہلت دیدیجئے تاکہ خیرات کرلوں اور نیکوکاروں میں شامل ہوجاؤں، تو اب مہلت نہیں ملے گی، مہلت کا وقت گذر چکا ہوگا اور یہ تمنا پوری نہیں ہوگی، اس لئے یہ آیت تنبیہ کرتی ہے کہ موت کی گھڑی آنے سے پہلے ہی آدمی مالی ذمہ داریوں کو جو شریعت نے عائد کی ہے ادا کرلے، لہٰذا اس وقت ضرورت ہے کہ مزاج میں تبدیلی لائی جائے، صدقہ وخیرات کرکے اللہ کی رضا حاصل کی جائے۔

## بے حیائی اور بدعملی سے بچئے

’’حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب میری امت پانچ چیزوں کو حلال سمجھنے لگے گی تو ان پر تباہی نازل ہوگی: (۱) جب ان میں باہمی لعن طعن عام ہوجائے (۲) مرد ریشمی لباس پہننے لگیں (۳) گانے بجانے اور ناچنے والی عورتیں رکھنے لگیں (۴) شرابیں پینے لگیں (۵) اور مرد مردوں سے اور عورتیں عورتوں سے جنسی تسکین پر کفایت کرنے لگیں (نعوذ باللہ من ذالک)‘‘ (سنن بیہقی، شعب الایمان)

**وضاحت**: اس وقت ہمارے معاشرے میں بہت سی ایسی سماجی ومعاشرتی برائیاں درآگئی ہیں، جن سے صالح معاشرہ تعفن محسوس کرتا ہے اور اس کی وجہ سے ہم مصائب ومشکلات کے گرداب میں پھنستے چلے جارہے ہیں، ان رذائل سے بچنے کے لئے ساڑھے چارسو سال پیشتر نبی آخرالزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی کرتے ہوئے امت کو متنبہ کیا کہ تمہیں ان سے ہوشیار رہنا ہے، فرمایا کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ انسان اپنی انسانیت وشرافت کی چادریں اتاردیں گے، اے مسلمانو! تم ان سے بچتے رہنا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں ان پانچ بداخلاقی وبے حیائی کا تذکرہ فرمایا، ان میں پہلی برائی یہ ہے کہ جب لوگ ایک دوسرے کی شخصیت کو مجروح کرنے کے لئے لعن طعن کریں، ہر کسی کے خلاف بدزبانی وبدکلامی کریں گے اور اس سے لذت محسوس کریں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خوب سمجھ لو کہ اس طرح کی خلاف واقعہ باتیں انسان کے اعمال کو تباہ وبرباد کردیتی ہیں، جس سے ہم کو پرہیز کرنا ہے، دوسرے یہ کہ فیشن کے اس دور میں مرد عورتوں کی طرح ریشمی لباس پہننے لگیں گے، امت کا اس طرح کی ملبوسات سے گریز کرنا ہے، تیسرے یہ کہ لوگوں کے اندر گانے بجانے کا شوق بڑھ جائے گا، عورتیں بے حیائی کے ساتھ ناچیں گی اور لوگ انہیں دیکھ کر جنسی لذت حاصل کریں گے، آج صورت حال یہ ہے کہ میوزک اور رقص وسرور کی مجلسیں سجتی ہیں، اس لعنت نے نہ جانے کتنے پاکیزہ، مردوں اور عورتوں کو بدکاری کا عادی بنادیا ہے، شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے کہ ’’موسیقی زنا کا سب سے بڑا محرک ہے، انسان جب تک اس سے محفوظ رہتا ہے، عفت مآب رہتا ہے اور جب موسیقی اور گانے کے چکر میں پڑجاتا ہے تو پھر اس کی غفلت مخدوش ہوجاتی ہے اور اس کے لئے زنا سے بچنا آسان نہیں رہتا (مجموع فتاوی ابن تیمیہ:۱/۱۷۴) چوتھے یہ کہ شراب نوشی کریں گے، یہ ایک متعدی جرم ہے جو دوسرے جرائم کا سبب بنتی ہے، اس کا سب سے پہلا اور بڑا اثر انسانی عقل پر پڑتا ہے، پھر انسان بے شمار گناہوں کا مرتکب ہونے لگتا ہے اور آخری بات یہ ہے کہ مرد، مردوں سے اور عورتیں عورتوں سے جنسی تسکین پر اکتفا کریں گے، نعوذ باللہ من ذالک، ماضی میں اس قبیح اور بدترین فعل پر اللہ کا غضب نازل ہوا اور بستیاں الٹ دی گئیں اور انسانوں کے لئے درس عبرت بنادیا گیا، اس کے باوجود جنسی بے راہ روی نے معاشرہ کو داغ دار بنادیا ہے، حیرت تو اس بات پر ہے کہ بعض مغربی ممالک میں اسے قابل سزا جرم بھی تصور نہیں کیا جاتا، یہی وجہ ہے کہ یورپی ممالک میں اب یہ وبائی شکل اختیار کرچکا ہے، امت کو اس طرح کی بے حیائی سے بچنا چاہئے، یہ انسانی غیرت وحیا کے بھی خلاف ہے، قیامت کے دن جب حشر کا میدان قائم ہوگا جہاں اولین وآخرین سب جمع ہوں گے، اس وقت ہمارے چھپے گناہ جب سامنے آئیں گے تو کس قدر شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے گا، اس لئے حدیث پاک سے یہ بات صاف ہوتی ہے کہ اگر انسان مصیبتوں، پریشانیوں اور الجھنوں سے خلاصی چاہتا ہے تو اسے ان برائیوں اور بداعمالیوں سے بچنا پڑے گا۔

# دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

## ساس اور دیور وغیرہ کے ظلم کے سبب علیحدہ رہائش کا مطالبہ

**س**: ایک خاتون جو مشترک فیملی (Joint family) میں رہتی ہے، لیکن اس کی ساس، نند، دیور اور جٹھانی وغیرہ سے اس کو پریشانی ہے، یہ سب اس خاتون سے باتوں بات پر لڑتے جھگڑتے اور مار پیٹ کرتے ہیں، جس سے تنگ آکر وہ اپنے شوہر سے الگ رہائش کا مطالبہ کرتی ہے تو اس کا یہ مطالبہ درست ہے یا نہیں؟

**ج**: صورت مسئولہ میں اگر واقعۃً مذکورہ خاتون کے ساتھ مشترک فیملی میں رہنے کی وجہ سے ظلم وزیادتی ہورہی ہے تو اس کے لئے الگ رہائش کا مطالبہ شرعاً درست ہے، ایسی صورت میں شوہر کو چاہئے کہ بیوی کے لئے مشترک فیملی سے علیحدہ ہر چیز کا انتظام کرے اور اعتدال کے ساتھ والدین اور بیوی ہر ایک کے حقوق ادا کرے:

’’قلت وفی البدائع: ولو اراد أن یسکنها مع ضرتها أو مع احمائها کامه واخته وبنته فأبت فعلیه أن یسکنها فی منزل منفرد، لان ابائها دلیل الاذیٰ والضرر‘‘ (رد المحتار، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۵/۳۲۱)

## شوہر نفقہ کا انتظام نہ کرے تو بیوی میکہ جاسکتی ہے یا نہیں؟

**س**: اگر کوئی شخص صحت مند وتندرست ہونے کے باوجود کوئی ذریعہ معاش اختیار نہ کرے، اس کے والد کی کمائی پر بمشکل گذارہ ہو، والد کمانے کہے تو اس سے جھگڑے، بیوی کہے تو اس کو مار پیٹ کرے، تو کیا شوہر کی طرف سے نفقہ کا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے وہ میکہ جاسکتی ہے؟

**ج**: بیوی کا نفقہ شوہر پر لازم ہے، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ’’ولهن علیکم رزقهن وکسوتهن بالمعروف‘‘ (صحیح مسلم: ۱/۳۹۷، عن جعفر بن محمد عن ابیه، باب حجة النبی صلی الله علیه وسلم)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ شوہر پر بیوی کے کیا حقوق ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کھاؤ تو اس کو بھی کھلاؤ اور جب تم پہنو تو اس کو بھی پہناؤ، اس کے چہرے پر نہ مارو، نہ اس کو برا کہو اور نہ یہ کہو، اللہ تیرا برے کرے، اس سے صرف گھر کے اندر علیحدگی اختیار کرو۔

’’عن حکیم بن معاویة القشیری عن ابیه قال قلت یارسول الله ماحق زوجة احدنا علیه قال ان تطعمها اذا طعمت وتکسوها اذا اکتسیت ولاتضرب الوجه ولاتقبح ولاتجهر الا فی البیت‘‘ (ابو داؤد: ۱/۲۹۱، باب فی حق المرأة علی زوجها)

لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر یہ صحیح ہے کہ شوہر صحت مند ہونے کے باوجود کام نہیں کرتا ہے اور بیوی کے لئے نفقہ کا انتظام نہیں کرتا ہے اور نفقہ کے مطالبہ پر اس کو مارتا اور پیٹتا ہے تو اس کا یہ رویہ شرعاً ناجائز اور غلط ہے، شوہر پر لازم وضروری ہے کہ بیوی کے تمام شرعی حقوق ادا کرے، اگر شوہر کی طرف سے نفقہ کا انتظام نہ ہو تو بیوی اپنے والد کے گھر جاسکتی ہے، وہ گنہگار نہیں ہوگی، تاہم بہتر یہ ہے کہ اس معاملہ کو خاندان کے معزز افراد کے سامنے رکھ کر باہمی مشورہ سے حل کرلیا جائے۔

## اگر کوئی شوہر نہ تو قاعدے سے رکھے اور نہ ہی طلاق دے تو بیوی کیا کرے؟

**س**: اگر کسی خاتون کا شوہر جو باہر رہتا ہے وہ نہ تو خود آتا ہے نہ بیوی کا کھانا خرچہ بھیجتا ہے، نہ حق زوجیت ادا کرتا ہے، بیوی پریشان رہتی ہے، طلاق کا مطالبہ کرتی ہے تو طلاق بھی نہیں دیتا ہے تو کیا وہ اس کو چھوڑ کر دوسری شادی کرسکتی ہے؟

**ج**: شوہر سے طلاق، خلع یا قاضی شریعت سے نکاح فسخ کرائے بغیر عورت دوسری شادی نہیں کرسکتی، لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر یہ صحیح ہے کہ شوہر نہ تو اپنی بیوی کا نفقہ اور حق زوجیت ادا کرتا ہے اور نہ ہی اس کو طلاق دے کر اپنے نکاح سے آزاد کرتا ہے تو ایسی صورت میں شریعت نے عورت کو حق دیا ہے کہ مہر کی معافی پر شوہر کو طلاق کے لئے راضی کرلے، اگر شوہر راضی ہوجاتا ہے اور مہر کے عوض طلاق دے دیتا ہے تو وہ ایسا کرسکتی ہے، اس کو شریعت میں خلع کہتے ہیں، اللہ پاک کا ارشاد ہے: ’’اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ دونوں اللہ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے تو ایسی صورت میں ان پر کوئی گناہ ہے کہ بیوی (خود) کچھ بدلہ دے کر آزادی حاصل کرلے: ’’اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمۡسَاكٌ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌ بِاِحۡسَانٍ وَ لَا يَحِلُّ لَكُمۡ اَنۡ تَاۡخُذُوۡا مِمَّآ اٰتَيۡتُمُوۡهُنَّ شَيۡئًا اِلَّآ اَنۡ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰهِ فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا يُقِيۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِمَا فِيۡمَا افۡتَدَتۡ بِهٖ‘‘ (البقرة: ۲۲۹)

صحیح بخاری کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی حاضر ہوئیں اور اپنے شوہر سے آزادی کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم ان کا باغ (جو انہوں نے تم کو مہر میں دیا تھا) ان کو واپس کرسکتی ہو، انہوں نے کہا ہاں، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت بن قیس سے فرمایا، باغ لے لو اور اسے ایک طلاق دیدو:

’’عن ابن عباس ان امرأة ثابت بن قیس اتت النبی صلی الله علیه وسلم فقالت یارسول الله ثابت بن قیس ماعتب علیه فی خلق ولادین ولکنی اکره الکفر فی الاسلام فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم اتردین علیه حدیقته، قالت نعم قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اقبل الحدیقة وطلقها تطلیقة‘‘ (صحیح بخاری: ۲/۷۹۴، باب الخلع وکیف الطلاق فیه)

لیکن اگر شوہر خلع پر بھی تیار نہ ہو تو پھر شریعت نے عورت کو شوہر کے ظلم سے نجات پانے کے لئے دارالقضاء میں جانے اور وہاں اپنا معاملہ رکھنے کا حق دیا ہے، لہٰذا وہ کسی قریبی دارالقضاء امارت شرعیہ میں جاکر قاضی شریعت کی خدمت میں فسخ نکاح کا مطالبہ کرے، قاضی شریعت ضروری کارروائی کے بعد جو فیصلہ دیں اس کے مطابق عمل کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار
نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 63/73 شمارہ نمبر 34 مورخہ ۲۴ر صفر المظفر ۱۴۴۵ھ مطابق ۱۱ر ستمبر ۲۰۲۳ء روز سوموار

# ایک ملک ایک انتخاب

ہندوستان میں ایک ملک ایک کرنسی ، ایک دفاعی فوج، ایک قانون، ایک جھنڈا، ایک عدالتی نظام اور ایک نظام مواصلات کا پہلے ہی سے رائج ہے، اسی بنیاد پر رومنگ سسٹم کو ختم کر دیا گیا، اب ایک ملک ایک انتخاب کی بات چل رہی ہے اور اسی کے لیے غالبا پارلیامنٹ کا خصوصی اجلاس ۱۸ر ستمبر سے خلاف معمول بلایا گیا ہے، اور اس موضوع کے مختلف پہلوؤں کے جائزہ لینے کے لیے ایک آٹھ نفری کمیٹی سابق صدر جمہوریہ رام ناتھ کووند کی سربراہی میں بنائی گئی ہے، کانگریس کے ادھیر رنجن چودھری نے اُس کمیٹی سے خود کو الگ کر لیا ہے اس لیے اب ارکان کی تعداد سات رہ گئی ہے۔

آزادی کے بعد 1967 تک ملک میں سیاسی استحکام تھا، ریاستوں میں چھوٹی چھوٹی پارٹیاں خودرو پودے کی طرح سامنے نہیں آئی تھیں، مرکز اور ریاست کے بارے میں انتخابی نظریہ الگ الگ نہیں ہوا کرتا تھا، سیاسی استحکام کی وجہ سے دونوں کی مدت کار ایک ساتھ مکمل ہوتی تھی اور انتخاب بھی ایک ساتھ ہو جاتا تھا، یہ ایک اتفاق تھا، قانونی اور دستوری طور پر ایسا کرانا ضروری نہیں تھا۔ 1967 میں آٹھ ریاستوں میں کانگریس برسر اقتدار نہیں آسکی اور آپسی رسہ کشی میں اس وقت کی وزیر اعظم اندرا گاندھی نے پارلیامنٹ کو 1970 میں وقت سے پہلے تحلیل کر دیا، 1975 میں ہنگامی حالت (ایمرجنسی ) کے نافذ ہوئے کے بعد پارلیامنٹ کی مدت کار چھ سال ہوگئی، 1977 میں جنتا پارٹی کی حکومت بنی تو اس نے کئی ریاستوں کے وزراء اعلیٰ کو ہٹا کر صدر راج لگا دیا، جنتا پارٹی کی حکومت ڈھائی سال میں ہی گر گئی، اس طرح ریاست اور مرکز میں ایک ساتھ انتخاب کرانا ممکن نہیں ہوسکا اور دونوں کے انتخابات الگ الگ ہونے لگے، کیونکہ ہندوستان کی تمام ریاستی اسمبلیوں کی مدت کار ایک ساتھ ختم نہیں ہو رہی تھی اور پارلیامنٹ کی مدت کار سے اسمبلیوں کی مدت کار کا جوڑ نہیں بیٹھ رہا تھا، لیکن یہ چرچا کا موضوع رہا کہ ایک ملک، ایک انتخاب مفید ہے یا مضر۔

سب سے پہلے 1999 میں لا کمیشن نے اپنی 170 ویں رپورٹ میں پارلیامنٹ اور اسمبلی کے انتخابات ایک ساتھ کرانے کی تجویز رکھی 2015 میں عوامی شکایات ، قانون وانصاف کی پارلیمانی کمیٹی نے دونوں انتخاب ایک ساتھ کرانے کی سفارش کی ، 2017 میں نیتی آیوگ نے ایک دستاویز جاری کیا، جس کے مطابق دو مرحلوں میں انتخاب کی تجویز رکھی گئی تھی۔ اگست 2018 میں لا کمیشن نے نیتی آیوگ کی دو مراحل میں انتخابات کرانے کی تجویز کو تسلیم دسمبر 2022 میں لا کمیشن نے ایک ساتھ انتخاب کرانے کی تجویز پر سیاسی پارٹیوں، انتخابی کمیشن، بیوروکریٹ، ماہرین تعلیم وسیاست سے رائے طلب کی، رائے کیا آئی، لاء کمیشن نے اس رپورٹ کو اب تک عام نہیں کیا ہے۔

پھر ایسا کیا ہوا کہ مودی جی اور بھاجپا کو بیک وقت اس کی یاد آ گئی، اسکی وجہ حزب مخالف کا اتحاد ہے اور حکومت ایک نیا موضوع چھیڑ کر بے روزگاری، مہنگائی، سرحد پر چینی تناؤ سے لوگوں کی توجہ بٹانا چاہتی ہے، چندریان-۳ کی کامیابی میں گو حکمراں طبقے کا کوئی کمال نہیں ہے، یہ سارا کمال اسرو کا ہے، لیکن اس کی کامیابی کا سہرا بھی مودی جی نے اپنے سر لے لیا اور لوگوں کی توجہ اس کامیابی کی طرف مبذول کرنے کے لیے ایک لمبی تقریر کر ڈالی اور جن کی یہ اصل کامیابی تھی ان کو تقریر کرنے اور اپنی بات رکھنے کے لیے بہت کم وقت مل سکا۔

اب تازہ ترین صورت حال یہ ہے کہ 18 ستمبر سے 22 ستمبر تک پارلیامنٹ اور راجیہ سبھا کا خصوصی اجلاس بلا لیا گیا ہے، جس کا کوئی ایجنڈہ بھاجپا کے علاوہ کسی کے سامنے نہیں ہے۔ سیاسی پنڈتوں کے اندازے کے مطابق اس خصوصی اجلاس کی پانچ نشستوں میں خواتین رزرویشن، یکساں شہری قانون، ایک ملک ایک انتخاب، آئی پی سی، سی آر پی سی قوانین میں ترامیم کے لیے بل پیش کیا جا سکتا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حکومت بڑی جلدی میں ہے خود آر ایس ایس، اور بھاجپا کے اندر بڑا طبقہ مودی جی کے خلاف ہے اور وہ اگلے انتخاب میں نتن گڈگری کو وزیر اعظم کا چہرہ بنا کر پیش کرنا چاہتا ہے، آر ایس ایس اور بھاجپا کو شکایت یہ ہے کہ مودی کی طاقت کے آگے ان دونوں تنظیموں کی کوئی وقعت نہیں رہ گئی ہے اور کہنے والے یہ کہنے لگے ہیں کہ مودی ہے تو ممکن ہے، مختلف پروگراموں میں مودی، مودی کا ورد کیا جاتا ہے اور پوری ٹیم میں کسی اور کا نام آتا ہی نہیں ہے، بہت ہوا تو کبھی امیت شاہ کا نام لے لیا گیا، اس لیے مودی جی عجلت میں ہیں جو کچھ کرنا ممکن ہو کر گذرنا چاہتے ہیں، اسی لئے مودی نے فوری طور پر ایک ملک، ایک انتخاب کے موضوع پر غور کرنے کے لئے کمیٹی بنائی اور اس کا چیرمین سابق صدر جمہوریہ رام ناتھ کووند کو بنا دیا، سابق صدر جمہوریہ کی اس سے بڑی توہین اور کیا ہوگی کہ انہیں ''ون نیشن، ون الیکشن'' کمیٹی کا چیرمین بنا دیا گیا ہے، اور پتہ نہیں کس لالچ یا کس خوف سے انہوں نے اس کو قبول بھی کر لیا ہے، ہندوستان کی تاریخ میں یہ پہلا واقعہ ہے کہ سابق صدر جمہوریہ نے ایک چھوٹی کمیٹی کی صدارت قبول کر لی ہو۔

ظاہر ہے بھاجپا اور آر ایس ایس کے تھنک ٹینک نے اس کا خاکہ پہلے سے بنا رکھا ہوگا، کمیٹی اس خاکے پر مہر لگا دے گی اور حکومت اسے خصوصی اجلاس میں پیش کر کے اس کی منظوری پارلیامنٹ سے لینا چاہے گی، لیکن یہ دوسرے بل کی منظوری کی طرح آسان نہیں ہوگا، کیوں کہ ایک ملک ایک انتخاب کے لیے دستور میں پانچ ترمیمات کرنی ہوں گی، اور چونکہ انتخاب مرکز اور ریاست دونوں کا معاملہ ہے، اس لیے ریاستی اسمبلیوں سے بھی اس کی منظوری لینی ہوگی۔ 2018 میں لاء کمیشن نے جو سفارشات پیش کی تھیں، اس کے مطابق دستور کی دفعہ 83,85,172,174 اور 356 میں اس کام کے لیے ترمیم ضروری ہوگی، تبھی اسمبلیوں کی مدت کار کو کم اور زیادہ کر کے پارلیامنٹ کے ساتھ انتخاب کرانا ممکن ہو سکے گا۔

اگر اسمبلی اور پارلیامنٹ کے انتخاب ایک ساتھ ہونے کی منظوری مل جاتی ہے اور قانون بن جاتا ہے تو انتخاب کے اخراجات یقیناً بہت کم ہو جائیں گے اور دوسرے کاموں کے لیے وقت بھی اچھا خاصہ بچے گا اور انتخابی کام کاج جلد نمٹ جائے گا، ہوسکتا ہے اس کی وجہ سے ملکی سیاست میں استحکام ہو، اس کے ذریعہ سازش کر کے حکومت گرانے اور بدلنے کی مہم پر بھی لگام لگ سکتی ہے، لیکن صدر راج کے امکانات بڑھ جائیں گے، بعض حالات میں طویل مدت تک ریاستوں کو مرکز کے زیر نگیں رہنا پڑسکتا ہے اور اگر اسمبلی تحلیل کر کے وسط مدتی انتخابات کرائے گیے تو پھر انتخابات الگ الگ شروع ہو جائیں گے، اور ایک ملک ایک انتخاب کا فارمولہ دھرا کا دھرارہ جائے گا۔ ریاست کے مفادات پس پشت چلے جائیں گے اور لوگوں کی ساری توجہ مرکزی انتخاب پر مبذول رہے گی، بھاجپا کی سوچ یہ ہے کہ عظیم اتحاد انڈیا میں جو چھوٹی ریاستی پارٹیاں شامل ہیں وہ اپنے وجود کے لیے اسمبلی انتخاب پر توجہ مرکوز رکھیں گی اور بھاجپا کے لیے مرکز تک پہونچنے کا راستہ ایک انتخاب کی وجہ سے صاف ہو جائے گا۔

# سورج کی طرف بڑھتے قدم

انسانوں نے زمین پر ٹھیک سے چلنا سیکھا ہو یا نہیں، چاند، سورج، سیارے، مریخ وغیرہ پر قدم بڑھانے؛ بلکہ جمانے میں اس کی دلچسپی زمین کو سجانے، سنوارنے، خوش نما بنانے، محبت کی دوکان کھولنے، نفرت کے ماحول سے پاک کرنے کی بہ نسبت زیادہ رہی ہے، چاند پر انسانوں کے قدم تو پہلے ہی چلے گیے تھے، چندریان-۳ کی چاند پر کامیاب لینڈنگ اور اس کے روبوٹ کے صحیح سمت میں کام کرنے، تصاویر فراہم کرنے اور تحقیق کے ان چھوئے گوشوں کو منظر عام پر لانے کی وجہ سے خلائی میدانوں میں ہندوستان کا ڈنکا بج گیا ہے، اس مہم کی کامیابی کے بعد ہمارے سائنس دانوں نے سورج کی طرف قدم بڑھانا شروع کر دیا ہے، آندھرا پردیش کے شری ہری کوٹہ سے سورج مشن آدتیہ ایل-ا کی ۲ر ستمبر ۲۰۲۳ء کو 11:30 بجے کامیاب لانچنگ اور اسے سورج کے مدار میں بھیجنے کی مہم اسی کا ایک حصہ ہے، آدتیہ ایل-ا کو نظام شمشی کے مدار میں پہونچنے میں ایک سو پچیس (125) دن لگیں گے، اس کے بعد سورج سے متعلق نئی نئی معلومات ہمارے سامنے آئیں گی، البتہ اس مہم میں سورج پر خلائی سیارے کے لینڈنگ کرانے کا کوئی نہیں منصوبہ اِسرو کے پاس نہیں ہے، یہ سورج کے لیگرنج پوائنٹ والے مدار میں رہ کر سٹلائٹ کے توسط سے سورج کے گرد چکر لگا کر معلومات فراہم کرانے کا کام کرے گا۔ اور اس کے اعداد وشمار بتائے گا۔ یہ رپورٹیں سورج کے اوپر ماحولیات، درجۂ حرارت کے اتار چڑھاؤ، اس سے پیدا ہونے والے طوفان اور زمین پر پڑنے والے اثرات سے متعلق ہوں گی، یہ سورج سے صرف 1.5 کلومیٹر کی دوری پر گردش کرے گا اور 1440 تصاویر زمینی مرکز کو بھیجے گا، فروری 2024 سے یہ ڈیٹا بھیجنے کا کام شروع کر دے گا، اور ہمارے سائنس داں اس کے تجزیہ کے بعد مفید معلومات فراہم کرنے کی پوزیشن میں ہوں گے۔ اس کام کے لیے آدتیہ ایل-ا ر کو پندرہ لاکھ کلومیٹر کا سفر طے کرنا ہوگا۔ زمین سے سورج کی دوری کی بات کریں تو یہ تقریبا 15 کروڑ 95 لاکھ کلومیٹر ہے، سورج کی روشنی کو زمین تک پہونچنے میں آٹھ منٹ بیس سکنڈ کا وقت لگتا ہے، اس طرح دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ آدتیہ ایل-ا ر زمین سے سورج کی دوری کا صرف ایک فی صد فاصلہ طے کرے گا، گو یہ بھی اسرو ہندوستانی خلائی مشن کے لیے بڑی کامیابی ہوگی۔

اسرو ہندوستانی خلائی مشن کو روبہ عمل لانے والا ایک سائنسی تحقیقی ادارہ ہے، اس کا قیام 15 اگست 1969 کو عمل میں آیا تھا، اسرو نے اپنی 56 برس کی مدت میں بڑی کامیابیاں حاصل کی ہیں، اور ہندوستان کو اس میدان میں ترقی یافتہ ملکوں کی فہرست میں شامل کرا دیا ہے، ہمارے یہاں رواج یہ ہے کہ کام کوئی کرتا ہے اور کریڈٹ کوئی اور لے جاتا ہے، اس لیے حکمراں طبقہ بھی اپنی پیٹھ تھپتھپا رہا ہے، اسلام میں ایسے لوگوں کے لیے جو بغیر کام کیے صرف تعریفیں بٹورنے میں لگے رہتے ہیں، سخت وعید آئی ہے، لیکن وہ جن کے لیے قرآنی احکام پر عمل ضروری ہے مسلمان ہی کب ہیں جو فرمان خداوندی ان کے دلوں میں خوف پیدا کرے، یہ تو مسلمانوں میں بھی اب مفقود ہے۔

# انسانی زندگی پر مثبت خبروں کے اثرات

اخبار جیسے کھولیے، منفی خبروں کی آپ کو بھرمار ملے گی، یہ خبریں عموماً صحیح بھی ہوا کرتی ہیں، لیکن ان منفی خبروں سے ذہن ودماغ میں تناؤ بڑھتا ہے اور آدمی نفسیاتی طور پر اپنے کو کمزور محسوس کرنے لگتا ہے، اس کے برعکس مثبت خبریں آپ کے اندر اعلیٰ اخلاقی اقدار کو فروغ دیتی ہیں، ذہنی طور پر آپ منفی خبروں سے پیدا شدہ حالات کا مقابلہ کرنے کو تیار ہوتے ہیں اور آپ کی دفاعی قوت مضبوط ہوتی ہے۔ یہ خلاصہ ہے مغربی ممالک کی چار بڑی یونیورسیٹی کی تحقیق کا جس کے بارے میں مختلف سالوں میں الگ الگ یونیورسیٹیوں نے اپنی رپورٹ جاری کی ہے، ساؤتھ مپٹن یونیورسٹی کی 2016 میں جاری ایک رپورٹ میں کہا گیا ہے، مثبت خبریں اور اچھی معلومات ہماری ذہنیت کو بدل کر رکھ دیتی ہیں، جب مثبت خبریں ہمارے مطالعہ میں آتی ہیں، تو یہ ہماری ذہنی اور جسمانی تناؤ کو کم کرنے کا ذریعہ بنتی ہیں، انگیجڈ نیوز پروجکٹ کے نام سے 2014 میں ایک تحقیق کی گئی تھی، اس رپورٹ کے مطابق محققین اس نتیجے پر پہونچے ہیں کہ جب اخباروں میں ہماری نظر مثبت خبروں پر پڑتی ہے تو ہماری دلچسپی اخبار کے اس صفحہ سے بڑھ جاتی ہے اور ہم دیر تک اس صفحے پر بنے رہتے ہیں، اس کی وجہ سے قاری کی توجہ اخبار کو حاصل ہوتی ہے اور وہ ذہنی سکون کا باعث ہوتا ہے۔ ہارڈ ورڈ یونیورسیٹی کی 2018 میں ایک تحقیق کے مطابق مثبت خبریں پڑھنے سے قلب صحت مند رہتا ہے، بلڈ پریشر میں اعتدال اور توازن پیدا ہوتا ہے، یہ اعضاء کے رعشہ اور تناؤ کو بھی کم کرتا ہے، اسی طرح برمنگھم یونیورسٹی کے ریسرچ اسکالر منتھانی ایل لمبرٹ نے 2012 کی اپنی تحقیق کا جو نتیجہ پیش کیا اس کے مطابق جو لوگ مثبت خبریں کہانیاں اور مضامین دوسروں کو بھیجتے اور شیئر کرتے ہیں، وہ زیادہ خوش رہتے ہیں، ان کا نظریہ ترقی پذیر ہوتا ہے اور وہ آخری درجے تک اطمینان قلب کے ساتھ زندگی گذارتے ہیں، خاص کر اس زمانہ میں جب آپ زمینی یا آسمانی آفات کا سامنا کر رہے ہوں، ایسے میں مثبت خبریں آپ کو جینے کا حوصلہ بخشتی ہیں، اور آپ ان خبروں کو پڑھ کر امید کی نئی روشنی پاتے ہیں۔

ہندوستان کے اخبارات، ذرائع ابلاغ کو منفی خبروں کے شائع کرنے اور اسے چٹخارے لے لے کر بیان کرنے اور مباحثہ کرنے میں مزا آتا ہے، یہ خبریں ہماری ذہنی سکون کو غارت کرتی ہیں اور ہماری نفسیات کو غلط کاموں کی طرف لے جاتی ہیں، اس لیے ہمیں منفی خبروں سے مثبت پہلو نکال کر اجاگر کرنا چاہیے تاکہ ہم اچھا سماج بنانے میں معاون بن سکیں۔

## یادوں کے چراغ

: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

# حضیر احمد خانؒ

امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ ویشالی کی کمیٹی کے رکن، جماعت اسلامی اور اوقاف کمیٹی ضلع ویشالی کے سابق ذمہ دار، جمعیت شباب اسلام بہار کے سابق رکن اور اس کے سہ ماہی ترجمان طلوع فکر کی مجلس مشاورت کے سابق رکن اور مختلف ملی وسماجی کاموں میں مضبوط حصہ داری نبھانے والے جناب حضیر احمد خان بن شفیع عام خان (م ۳۱؍دسمبر ۱۹۹۵) بن محمد حسن خان بن مولوی منعم خان آبائی وطن اسعد پور مجھولی، حال مقیم باغ ملی حاجی پور نزد قدیم جامع مسجد کا ۳۱؍ مارچ ۲۰۲۳ء مطابق ۸؍ رمضان ۱۴۴۳ھ جمعہ کی نماز کے لیے وضوء کرتے ہوئے دن کے کوئی ۱۲؍ بجے انتقال ہوگیا، جنازہ کی نماز یکم اپریل کو بعد نماز ظہر اردو مڈل اسکول باغ ملی میں ادا کی گئی، نماز کی امامت مدرسہ محمدیہ مروت پو، مہنار ضلع ویشالی کے مہتمم مولانا سیف الاسلام نے کی اور مقامی قبرستان میں تدفین عمل میں آئی، حاجی پور اور اس کے نواح کے مسلمانوں نے ہزاروں کی تعداد میں شرکت کی اور انہیں آخری سفر پر روانہ کرنے کے لیے قبرستان تک گیے، اس کے آگے کوئی جا بھی تو نہیں سکتا۔ پس ماندگان میں اہلیہ، عصمت خانم، پانچ لڑکے، فیصل شفیع خان، فہد خان، اسد خان، انس خان اور اویس خان اور تین لڑکیوں بشریٰ خانم، لبنیٰ خانم اور شاہدہ خانم کو چھوڑا۔

حضیر احمد خان مرحوم کی ولادت ۱۸؍اپریل ۱۹۶۰ء کو مروت پور مہنار ضلع ویشالی نانی ہال میں ہوئی، ان کی والدہ کا نام ثریا خانم اور نانا کا نام عبد السلام خان تھا، ان کے والد حاجی شفیع عالم خان کا آبائی وطن اسعد پور مجھولی تھا، لیکن وہ بسلسلۂ کاروبار زیادہ تر کلکتہ ہی میں رہتے تھے، اس لیے حضیر احمد خان کا بچپن اپنی نانی ہال مروت پور میں ہی نانا کے گھر گذرا، ابتدائی تعلیم وتربیت بھی وہیں ہوئی، 1976 میں ہائی اسکول پاس کرنے کے بعد وہ والد کے پاس کلکتہ چلے گئے اور چمڑے کے کاروبار میں ان کا ہاتھ بٹانے لگے 1982 تک انہوں نے کاروبار میں اپنے کو مشغول رکھا، لیکن طبیعت ان کی اس کام میں نہیں لگی، اس لیے وہ دہلی منتقل ہوگیے، وہاں انہوں نے کچھ تجارت شروع کی، لیکن دو سال کی جد وجہد کے بعد ان کو احساس ہوا کہ میں اس تجارت میں کامیاب نہیں ہوسکوں گا، چنانچہ انہوں نے پھر سے کلکتہ کا رخ کیا اور والد کے ساتھ چمڑے کے کاروبار میں ان کا ہاتھ بٹانے لگے، والد کی جمی جمائی تجارت تھی، اس لیے یہاں جمنے میں ان کو دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑا، اسی درمیان ان کی شادی مروت پور مہنار رضوان خان صاحب کی دختر نیک اختر عصمت خانم سے ہوگئی اور وہ ڈاکٹر ممتاز احمد خان کے برادر نسبتی (بہنوئی) بن گیے۔ 1984 سے انہوں نے حاجی پور کو اپنا مستقر بنالیا اور کنگ شو ہاؤس کے نام سے سنیما روڈ حاجی پور میں ایک دوکان شروع کی جو بہت چلا نہیں کرتی تھی، بہت غور وفکر کے بعد انہوں نے اسی جگہ پر الکٹرونک سامانوں کی بکری کا کام شروع کیا، مزاج مذہبی تھا، ڈی جے اور گانے بجانے کی سی ڈی اور ویڈیو سے ان کو وحشت ہوا کرتی تھی، اس لیے انہوں نے دوکان اپنے لڑکا کے حوالہ کر دیا، اور ملی کاموں میں اپنا وقت دینے لگے، وہ ویشالی ضلع جماعت اسلامی کے 2004 سے تا حال ذمہ دار رہے، اوقاف کمیٹی کے بھی وہ 2017 سے 2023 تک صدر رہے، جہاں رہے اپنی شناخت کی حفاظت کی، چہرے پر گھنی داڑھی تھی، آخر عمر میں سرخ خضاب لگایا کرتے تھے۔

مہمان نوازی ان کی بہت مشہور تھی، جب بھی ان کے گھر گیا، بغیر کھانا کھلائے آنے نہیں دیا، ان کا دل احوال زمانہ پر کڑھتا تھا، وہ کبھی قیادت کو مورد الزام نہیں ٹھہراتے، کہتے کہ ہم کچھ نہیں کر پا رہے ہیں اور ظاہر ہے ان کے بس کا کچھ تھا بھی نہیں۔

ان کے گھر کے قریب ہی مسجد تھی، با جماعت نمازوں کا اہتمام کرتے، جو شریعت پر عامل تھے، دوسروں سے بھی یہی چاہتے تھے، بھائیوں کے درمیان گھریلو تنازعہ کی وجہ سے پریشان رہتے تھے، لیکن بات ہمیشہ عدل وانصاف کی ہی کیا کرتے تھے، نزاعات کے باوجود انہوں نے برادرانہ تعلق کو نبھا دیا، بچے سب الحمدللہ کامیاب ہیں، برسر روزگار ہیں، ایک لڑکا بیرون ملک کام سے لگا ہوا ہے، ضرورت کی ساری چیزیں اللہ نے مہیا کر رکھی ہیں۔

حضیر احمد خان صاحب سے میرے تعلقات قدیم تھے، وہ ڈاکٹر ممتاز احمد خان صاحب حاجی پور کے برادر نسبتی تھے، اس حیثیت سے ان کے یہاں میرا آنا جانا ہوا کرتا تھا، علماء کے قدر داں تھے، معہد العلوم الاسلامیہ چک چمیلی سرائے ویشالی کے ناظم قاری بدر عالم مرحوم سے ان کا یارانہ تھا، وہ ان کی ہر خوشی وغمی میں برابر کے شریک رہا کرتے تھے، قاری صاحب بیمار ہوجاتے تو اپنے گھر رکھ کر ان کا علاج کرواتے اور تیمار داری کا پورا حق ادا کرتے، وہ قاری صاحب کے گھر ان کے جنازہ اور ایک بار ان کی بچی کی شادی میں بھی پرسا نیپال گیے تھے، میں بھی ان کے ہمراہ تھا۔

اللہ رب العزت مغفرت فرمائے اور ان کی خدمات کو قبول کر کے جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین یارب العالمین

## کتابوں کی دنیا

: ایڈیٹر کے قلم سے

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

# وقائع اخیار

زبدۃ العارفین، شیخ طریقت، حضرت حافظ مولانا الحاج شمس الہدیٰ صاحب نقش بندی، مجددی، مظہری (ولادت باعتبار سند ۶؍اکتوبر ۱۹۳۸) کا شمار ہندوستان کے ان چند بزرگان کاملین میں ہوتا ہے، جن کی صلاحیت، صالحیت، تقویٰ، طہارت احتیاط وتورع اور تصوف کے مراحل، منازل اور اسرار وموز سے واقفیت زبان زد خلائق ہیں، اسی لیے حضرت کے مریدین، متوسلین اور معتقدین میں بڑی تعداد علماء، صلحاء، صوفیا کی ہے، اس رجوع کی بڑی وجہ ان کی سادگی، تواضع، انکساری اور دوسرے شیوخ کی طرح ہٹو، بچو کے مزاج کا نہ ہونا ہے، آج کل اہل اللہ کے دربار میں بھی حاضری کے اتنے شرائط دیکھنے اور سننے میں آتے ہیں کہ الامان والحفیظ، پیر کے دربار میں بھی آدمی پریشان ہوگا تو پیر کی عظمت دل سے نکل جائے گی، یہاں تو عظمت ہی مدار اصلاح ہے، حضرت مولانا ابو الحسن علی ندویؒ نے ایک جگہ لکھا ہے کہ دلوں میں عظمت نہ ہو تو قرآن کریم کے مطالعہ اور تلاوت سے بھی فائدہ نہیں پہونچتا، مستشرقین یورپ کو دیکھا جا سکتا ہے۔ قرآن واحادیث پر انہوں نے اس قدر کام کیا ہے کہ ہمیں پڑھنے کی فرصت نہیں ہے، لیکن قرآن واحادیث مستشرقین کے دل کی دنیا نہیں بدل سکے، اس لیے کہ عظمت کا احساس ان کے دلوں میں نہیں تھا۔

ہمارے حضرت مولانا شمس الہدیٰ صاحب دامت برکاتہم سے ملنے اور ان سے استفادہ کرنے میں کہیں کوئی رکاوٹ نہیں ہے، اس لیے استفادہ آسان ہے، ان کے یہاں شان وشوکت کا بھی گذر نہیں ہے، جھونپڑی اور کھپریل مکان، ایک چوکی، دو چار بینچ معتقدین کے بیٹھنے کے لیے، یہی خانقاہ کا کل سرمایہ ہے، انہیں دیکھ کر اور ان سے مل کر ان بوریہ نشیں اہل اللہ کی یاد آتی ہے جو دنیا کو بس ایک گذرگاہ سمجھتے ہیں، پردیسی زیادہ سامان لے کر نہیں چلتا، اسی بات کو حدیث میں کن فی الدین کانک غریب او عابری سبیل سے تعبیر کیا گیا ہے۔

لوگوں سے ملنا، جلنا، اصلاح کے لیے مریدین اور متوسلین پر توجہ دینا، تلاوت قرآن کریم اور اوراد واذکار میں مشغولیت کے باوجود آپ کچھ وقت تصنیف وتالیف کے لیے بھی نکال لیتے ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل اللہ کے اوقات میں اللہ برکت عطا فرماتے ہیں اور کبھی کبھی تو گھنٹوں کا سفر منٹوں میں طے ہوجاتا ہے، طئ ارض کی اصطلاح تو آپ نے بھی سن رکھی ہوگی اور ''سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی'' تو زباں زد خلائق ہے، اس کتاب کے صفحہ ۴؍ پر درج ایک شعر بھی اس کی طرف مشیر ہے۔

نا امید ہم مباش کہ زندان بادہ نوش
تا کہہ بیک خروش کہ بہ منزل رسیدہ اند

مولانا نے جو کتابیں تصنیف یا تالیف کیں، ان میں الاکلیل، سیر الصالحین اور وظائف نیز وقائع اخیار چھپ کر مقبول ہو چکی ہیں، ان کتابوں میں تصوف بھی ہے، تاریخ بھی، سیرت بھی ہے اور اکابر کی سوانح بھی، دل کی دنیا بدلنے کے لیے حضرت حاجی منظور احمد قدس سرہ کے معمولات اوراد و وظائف بھی جمع کر دیے ہیں۔ آخر الذکر کتاب وقائع اخیار ہے، جو میرے زیر مطالعہ ہے، چار سو اسی (480) صفحات کی اس کتاب کے آٹھ بلکہ ''باز نجوان این قصہ پارینہ'' کو شامل کرلیں تو نو حصے ہیں۔ پہلا حصہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ کے افکار وآرا و دیگر مضامین پر مشتمل ہے، دوسرے حصہ کا تعلق کاروان اہل دل سے ہے، تیسرا حصہ حضرت بدیع الدین قطب المدار، چوتھا حصہ مدینہ شریف میں حضرت مولانا احمد بشیر موہانی سے ملاقات، پانچواں حصہ حضرات صوفیا کرام کے مکتوبات اور چھٹے حصہ میں علماء دار العلوم دیو بند کے خطوط کو جگہ دی گئی ہے، ساتویں حصہ میں متفرق حضرات کے اشعار ہیں، جن میں حمد، مناجات، نعت اور منقبت پر مشتمل پانچ کلام پروفیسر معراج الحق برقؔ کا ہے جو اصلا استھانواں کے رہنے والے تھے، آر ڈی اس کالج مظفر پور میں فارسی کے پروفیسر رہے اور زکریا کالونی میں اپنا مکان بنا کر رہتے تھے، میرے اپنے چھوٹے بھائی کے سمدھی تھے، حضرت سے منسلک تھے، ایک نعت کوثر رضوی راجوی اور ایک نعت مولانا باقی باللہ کریمی کی ہے، آٹھویں حصہ میں حضرت کے ذاتی مشاہدات وادراکات کے حوالہ سے واقعات نقل کیے گیے ہیں اور نویں حصہ پر حصہ نہیں لکھا ہے، اس کا عنوان ''باز نجواں این قصہ پارینہ را'' رکھا گیا ہے۔

کتاب کے سرورق پر جمع وترتیب کے ذیل میں محمد صباح الوریٰ (رافع) نواسۂ زبدۃ العارفین حضرت مولانا شمس الہدیٰ دامت برکاتہم کا نام درج ہے اور پتہ میں بڑی بھلنی نزد جامع مسجد ڈاکخانہ شیشو ڈیہہ دربھنگہ کا نام ثبت ہے۔ حضرت نے خود ہی کتاب کے مقدمہ میں اس کتاب میں ان کے کام کا ذکر کیا ہے، حضرت نے یہ واضح کر دیا ہے کہ صباح الوریٰ ان کے بڑے بھائی کے نواسہ ہیں اور بھائی کا نواسہ، نواسہ ہی تو ہوتا ہے۔ حضرت تحریر فرماتے ہیں۔

''بڑی خوشی اس بات کی ہے کہ عزیزم موصوف (نواسہ) بڑے بھائی نے بڑی صلاحیت اور سلیقے سے اس کام کو انجام دیا۔ اردو نوازوں سے رجوع کیا اور ہر چیز کو باب باب میں تقسیم کر دیا۔ جہاں جملوں اور الفاظ کے در وبست میں ثقالت پیدا ہوتی تھی، اس کو آسان بنا کر جملوں میں چستی پیدا کر دی، ناموزوں الفاظ کے استعمال کو خارج کر کے جملوں کے حسن کاری میں ترقی دی اور پورا خیال رکھا کہ لوگوں کے سمجھنے میں کوئی دشواری نہ ہو۔ (صفحہ ۲۷)

کتاب کا پیش لفظ اور مقدمہ خود حضرت کا لکھا ہوا ہے، پیش لفظ میں حضرت نے کئی احادیث کے حوالہ سے یہ ثابت کیا ہے کہ تصوف بدعت نہیں ہے، بلکہ تمام سلاسل کا تعلق حضرات خلفاء راشدین سے ہے، مقدمہ میں حضرت نے احوال واقعی کا ذکر کیا ہے کہ اس کی تالیف کا سبب کیا بنا حضرت نے لکھا ہے۔

''مطلب وماخذ کے اعتبار سے کتاب مذکور ذاتی فکر کا مجموعہ ہے اور داعیہ پیدا ہونے کا ایک سبب حضرت احمد بشیر موہانی کی ذات گرامی ہے، مدینہ شریف میں ان سے ملاقات ہوئی، ان کی بزرگی میں کوئی شک نہیں تھا۔ (صفحہ ۲۸)

پھر حضرت نے اس ملاقات کی تفصیل کو قلم بند کیا ہے اور اس کے بعد کتاب کے مختلف حصوں کی تفصیلات نقل کی ہیں۔

مقدمہ کے بعد ''کلمات طیبات'' ہے، جو بہت طویل ہے اور جناب ابو النصر انس فاروقی خانقاہ شاہ غلام علی دہلوی معروف درگاہ حضرت شاہ ابو الخیر دہلوی کے قلم سے ہے، جس میں بڑے اہم مباحث نفس امارہ، قلب کی اصلاح، قلب سلیم، اولیاء اللہ کی محنت اور اس کے اثرات، سلسلہ کی تفصیلات اور آخر میں حضرت کا ذکر خیر کیا ہے، تحقیقی انداز کا یہ مقالہ دل کی دنیا بدلنے اور اولیاء اللہ کی محنتوں کو سمجھنے کے لیے مفید ہے۔

تحدیث نعمت مولانا حکیم ڈاکٹر محمد رضوان القاسمی نے لکھا ہے، جس کا بڑا حصہ صباح الوریٰ صاحب کی جو محنت اس کتاب پر رہی ہے اور جس طرح انہوں نے اس کی ترتیب کا کام کیا، اس کی تفصیل ان کی زبانی ہی سنائی ہے، شروع کے چند صفحات میں تصوف، تزکیہ نفس اور معرفت الٰہی کے حوالہ سے انہوں نے اچھی گفتگو کی ہے۔

اس کتاب میں جو مکتوبات شامل ہیں وہ بھی خاصے کی چیز ہیں، تصوف سے متعلق بعض اہم نکات ان خطوط میں زیر بحث آئے ہیں، میرے جیسا کم علم ان کے مغز تک پہونچنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا، سکینت، ادراکات، لطیفۂ خفی، صفات سلبیہ وغیرہ اصطلاحات ایسی ہیں جن کو سمجھنا آسان نہیں ہیگو ایسی اصطلاحات زیادہ نہیں ہیں۔

کتاب کا بڑا حصہ مکتوبات پر مشتمل ہے، جس میں نایاب خطوط کو حضرت نے یک جا کر دیا ہے، یہ ایک علمی ذخیرہ ہے، جن حضرات کے خطوط اس کتاب کی زینت ہیں ان میں مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا منور علی، مولانا احمد حسین، مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی، مولانا زید ابو الحسن فاروقی، مولانا محمد ادریس رحمہم اللہ کے خطوط بطور خاص قابل، ان خطوط میں بہت سی کار آمد باتیں آگئی ہیں اور تصوف وسلوک کے بہت سارے اسرار ورموز کو واشگاف کیا گیا ہے۔ (بقیہ صفحہ ۷ پر)

# حکایات اہل دل

مولانا رضوان احمد ندوی

## خلفاء راشدین اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

☆ جب نبی علیہ السلام مرض الوفات کی حالت میں تھے تو حضرت ابوبکرؓ نماز کی امامت کررہے تھے، ایک مرتبہ نماز پڑھا رہے تھے کہ نبی علیہ السلام تشریف لائے تو حضرت ابوبکرؓ فوراً پیچھے ہٹے، نماز سے فراغت پر نبی علیہ السلام نے فرمایا: ''ابوبکرؓ میں خود تمہیں حکم کر چکا تھا تو تم کو اپنی جگہ کھڑے رہنے سے کون سی چیز مانع تھی، عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ابوقحافہ کا بیٹا اس لائق نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے بڑھ کر نماز پڑھائے۔

☆ جب نبی علیہ السلام نے دنیا سے پردہ فرمالیا تو صحابہ کرامؓ پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا، حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابی ہاتھ میں تلوار لے کر کھڑے ہوگئے کہ جس نے کہا کہ نبی علیہ السلام فوت ہوگئے ہیں، اس کا سر قلم کردوں گا، جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کو پتہ چلا تو آپ رضی اللہ عنہ تشریف لائے، بخاری شریف میں ہے: ''فجاء ابوبکر وکشف عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقبلہ قال بابی انت وامی طبت حیا وطبت میتا'' (ابوبکرؓ آئے اور نبی علیہ السلام کے چہرے سے چادر ہٹا کر پیشانی کا بوسہ لیا اور کہا آپ پر میرے ماں باپ قربان، آپ نے زندگی بھی پاکیزہ گزاری اور پاکیزگی سے ہی خالق کو جا ملے)۔ سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بعض قرائن سے پتہ چل چکا تھا کہ اب محبوب سے جدائی ہونے والی ہے، اس لیے جب سورۃ النصر نازل ہوئی تو صحابہ کرام خوش ہوئے، مگر عاشق زار ابوبکر صدیقؓ دل گرفتہ ہوکر مسجد کے کونے میں رونے بیٹھ گئے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہا کہ لوگ فوج در فوج داخل ہونگے تو یہ پیغام خوشی کا ہے۔ فرمایا: ہاں لیکن جب کام مکمل ہوگیا تو محبوب صلی للہ علیہ وسلم بھی تو اپنے محبوب حقیقی سے جاملے گا میں جدائی کے تصور سے بیٹھا رو رہا ہوں۔

☆ جب فتح مکہ کے دن حضرت ابوبکر صدیقؓ کے والد حضرت ابوقحافہ ایمان لائے تو نبی علیہ السلام نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا اس پر عاشق صادق نے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو دین حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ ان کے اسلام کی نسبت مجھے آپ کے چچا ابوطالب کے اسلام لانے کی خوشی زیادہ ہوتی۔ (الاصابہ)

☆ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اتنا کمال حاصل کر چکے تھے کہ اب ان کو اپنے محبوب کی شان میں ذرا سی گستاخی بھی برداشت نہ تھی۔ چنانچہ ایمان لانے سے پہلے ایک مرتبہ ان کے والد نے نبی علیہ السلام کی شان میں کوئی نازیبا بات کہہ دی تو حضرت ابوبکرؓ نے ایک زوردار تھپڑ رسید کیا۔ ایک مرتبہ ابوجہل نے نبی علیہ السلام کی شان میں کوئی گستاخی کی تو ابوبکرؓ شیر کی طرح اس پر جھپٹے اور فرمایا تو دفع ہوجا اور جا کر لات ومنات کی شرمگاہ کو چاٹ'' یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ عشق مصلحت اندیش نہیں ہوا کرتا۔

☆ جب نبی علیہ السلام نے پردہ فرمالیا تو اطراف مدینہ کے بعض قبائل دین اسلام سے پھر گئے، سیاسی حالات نے سنگینی اختیار کرلی، اکثر صحابہ کی رائے تھی کہ لشکر اسامہ کو واپس بلا لیا جائے، جس کو نبی علیہ السلام قیصر روم کے مقابلے میں روانہ کرچکے تھے، لیکن حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا ''قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں، ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ہرگز نہیں ہوسکتا کہ اس لشکر کو واپس کرے جسے اللہ کے محبوب صلی للہ علیہ وسلم نے آگے بھیجا میں اس لشکر کو واپس ہرگز نہیں بلاؤں گا''، عشق کا فیصلہ عقل کے فیصلے سے متصادم تھا، لیکن دنیا نے دیکھا کہ خیر اسی میں تھی سازشیں خود بخود دم توڑ گئیں، دشمنوں کے حوصلے پست ہوگئے سیاسی حالات کی کایا پلٹ گئی، عشق ایک مرتبہ پھر جیت گیا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی وفات سے چند گھنٹے پیشتر سیدہ حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ نبی علیہ السلام کی وفات کس دن ہوئی اور کتنے کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ مقصد یہ تھا کہ مجھے بھی یوم وفات اور کفن دفن میں نبی علیہ السلام کی موافقت نصیب ہو، حیات میں تو مشابہت تھی ہی ممات میں بھی مشابہت مطلوب تھی۔

اللہ اللہ یہ شوق انتہا ہے آخر — تھے جو صدیق اکبرؓ بلکہ عاشق اکبر

حضرت ابوبکرؓ نے وفات سے پہلے وصیت کی تھی کہ جب میرا جنازہ تیار ہوجائے تو روضہ اقدس کے دروازے پر لے جا کر رکھ دینا اگر دروازہ کھل جائے تو وہاں دفن کردیں ورنہ جنت البقیع میں دفن کرنا، چنانچہ جب آپ کا جنازہ دروازے پر رکھا گیا تو ''انشق القفل وفتح الباب'' (تالہ کھل گیا اور دروازہ بھی کھل گیا) اور ایک آواز سب صحابہ کرامؓ نے سنی کہا: ''ادخلوا الحبیب الی الحبیب'' (ایک دوست کو دوسرے دوست کی طرف لے آؤ) (عشق رسول: ۶۷ تا ۶۹) (شواہد النبوۃ)

جان ہی دے دی جگر نے آج پائے یار پہ — عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا

**حضرت عمرؓ اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے انوکھے چند نمونے**: سیدنا حضرت عمر فاروقؓ بہت شفاف اور نکھری ہوئی شخصیت کے مالک تھے، جب حالت کفر میں تھے تو نبی علیہ السلام کو شہید کرنے کی نیت سے گھر سے نکلے، جب ایمان قبول کرلیا تو بیت اللہ شریف کے قریب ہوکر اعلان کیا اے قریش مکہ اب مسلمان برسرعام نمازیں پڑھیں گے جو اپنی بیوی کو بیوہ اور بچوں کو یتیم کروانا چاہے، وہ عمرؓ کے مقابلے میں آئے، آپؓ کے ایمان سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تقویت بخشی، ایک مرتبہ دل میں اشکال پیدا ہوا کہ نبی علیہ السلام مجھے اپنی جان کے علاوہ ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حقیقت کو واضح فرمایا تو کہنے لگے کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اب آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں، پھر ساری زندگی اسی پر جمے رہے، اس پر جمے رہنے کی چند مثالیں حسب ذیل درج ہیں۔

(۱) فتح مکہ میں حضرت عباسؓ اپنے خچر پر سوار حضرت ابوسفیان بن حرب کو بٹھا کر لائے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! میں نے ابوسفیان کو پناہ دی، حضرت عمرؓ نے عرض کیا اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس دشمن خدا نے آپ کو بہت ایذا پہنچائی، مجھے اجازت دیں کہ میں اس کا سر اڑادوں، حضرت عباسؓ نے حضرت عمرؓ کی طرف متوجہ ہوکر کہا اے عمر اگر ابوسفیان قبیلہ بنوعدی میں سے ہوتے تو آپ ایسا نہ کہتے جواب میں حضرت عمرؓ نے کہا اے عباسؓ جس دن آپ اسلام لائے تو آپ کا ایمان لانا مجھے اپنے والد خطاب کے ایمان لانے سے زیادہ محبوب تھا، اس لئے کہ آپ کے ایمان لانے سے نبی علیہ السلام کو خوشی ہوئی تھی، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ اپنے آقا کی خوشی کو ہر چیز پر ترجیح دیتے تھے۔ (بیہقی، بزاز، اصابہ)

(۲) نبی علیہ السلام کے سامنے ایک مرتبہ ایک یہودی کا مقدمہ پیش ہوا، یہودی چونکہ حق پر تھا، لہذا نبی علیہ السلام نے اس کے حق میں فیصلہ دے دیا، منافق نے سوچا کہ حضرت عمرؓ یہودیوں پر سخت گیر ہیں، ذرا ان سے بھی فیصلہ کروالیں، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ نبی علیہ السلام پہلے فیصلہ دے چکے ہیں اور یہ منافق اپنے حق میں فیصلہ کروانے کی نیت سے میرے پاس آیا ہے، آپ رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے ایک تلوار لائے اور منافق کی گردن اڑادی، پھر کہا جو نبی علیہ السلام کے فیصلے کو نہیں مانتا، عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ اسی طرح کرتا ہے۔ (تاریخ الخلفاء، ص:۸۸)

(۳) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب وصال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا یقین ہوگیا تو انہوں نے یہ کلمات کہے: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، آپ کھجور کے ایک تنے کے ساتھ ہمیں خطبہ دیا کرتے تھے، جب لوگوں کی کثرت ہوئی تو آپ نے ایک منبر بنوایا تا کہ سب کو آواز پہنچا سکیں، آپ منبر پر رونق افروز ہوئے تو وہ درخت آپ کی جدائی پر رونے لگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اس پر رکھا تو وہ چپ ہوا، جب ایک تنے کا آپ کی جدائی میں یہ حال ہوا تو آپ کی امت کو آپ کے فراق پر زیادہ نالہ وفریاد کرنے کا حق پہنچتا ہے۔ (عظمت اسلام، ص:۷)

(۴) حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں حضرت اسامہ بن زید کا وظیفہ ساڑھے تین ہزار اور اپنے بیٹے عبداللہ بن عمرؓ کا تین ہزار مقرر کیا، ابن عمرؓ نے پوچھا کہ آپ نے اسامہ کو ترجیح کیوں دی، وہ کسی جنگ میں مجھ سے آگے نہیں رہے، حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ اسامہ تمہاری نسبت نبی علیہ السلام کو زیادہ محبوب تھا اور اسامہ کا باپ تمہارے باپ کی نسبت نبی علیہ السلام کو زیادہ پیارے تھا، پس میں نے نبی علیہ السلام کے محبوب کو اپنے محبوب پر ترجیح دی۔ (ترمذی، کتاب المناقب بن حارثہ)

(۵) ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے شفاء بنت عبداللہ العدویہ کو بلا بھیجا وہ آئیں تو دیکھا کہ عاتکہ بنت اسید پہلے سے موجود تھیں، کچھ دیر بعد حضرت عمرؓ نے دونوں کو ایک ایک چادر دی، لیکن شفاء کی چادر کی کم قیمت تھی، انہوں نے کہا میں آپ کی چچازاد بہن ہوں، قدیم الاسلام ہوں، آپ نے مجھے خاص اسی مقصد کیلئے بلایا ہے، عاتکہ تو یونہی آگئی تھیں، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا واقعی یہ چادر میں نے تمہیں دینے کیلئے رکھی تھی، لیکن جب عاتکہ آگئیں تو مجھے نبی علیہ السلام کی قرابت داری کا لحاظ کرنا پڑا۔ (اصابہ، تذکرہ عاتکہ بنت اسید)

(۶) اپنے دور خلافت میں حضرت عمرؓ ایک مرتبہ رات کو گشت کر رہے تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے ایک گھر سے کسی کے اشعار پڑھنے کی آواز سنی، جب قریب ہوئے تو پتہ چلا کہ ایک بوڑھی عورت نبی علیہ السلام کی محبت اور جدائی میں اشعار پڑھ رہی ہے، حضرت عمرؓ آبدیدہ ہوگئے اور دروازہ کھٹکھٹایا، بوڑھی عورت نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو حیران ہوئی اور کہنے لگی، امیر المومنین! آپ رات کے وقت میرے دروازہ پر؟ آپؓ نے فرمایا ہاں مگر ایک فریاد لے کر آیا ہوں کہ وہ اشعار مجھے دوبارہ سنائیں جو آپ پڑھ رہی تھیں، بوڑھی عورت نے اشعار پڑھے۔

علی محمد صلوۃ الابرار — صلی علیہ الطیبون الاخیار

قد کان قوما بکی بالاسحار — یالیت شعری والمنایا اطوار

هل تجمعنی وجیبی الدار

(حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نیک اور اچھے لوگ درود پڑھ رہے ہیں، وہ راتوں کو جاگنے والے اور سحر کے وقت روزہ رکھنے والے تھے، موت تو آنی ہی ہے، کاش مجھے یقین ہوجائے کہ مرنے کے بعد مجھے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا وصل نصیب ہوگا) حضرت عمرؓ وہیں زمین پر بیٹھ کر کافی دیر تک روتے رہے، دل اتنا غمزدہ ہوا کہ کئی دن بیمار رہے۔

**حضرت عثمانؓ کی الفت ومحبت بارگاہ نبوتؐ میں**: (۱) جب صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت عثمانؓ کو نمائندہ بنا کر مکہ مکرمہ بھیجا گیا تو قریش مکہ نے مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی، جب صحابہ کرامؓ کو پتہ چلا تو بہت افسردہ ہوئے، بعض نے کہا کہ وہ خوش قسمت ہیں کہ بیت اللہ کا طواف کرکے آئیں گے، نبی علیہ السلام نے فرمایا: کہ عثمان رضی اللہ عنہ میرے بغیر طواف نہیں کریں گے، حضرت عثمان واپس آئے تو صحابہؓ نے پوچھا کہ کیا آپ رضی اللہ عنہ نے بیت اللہ کا طواف بھی کیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم مجھے طواف کرنے کے لئے قریش اصرار کرتے رہے، مگر میں وہاں ایک سال بھی مقیم رہتا تو بھی نبی علیہ السلام کے بغیر طواف نہ کرتا۔

(۲) ایک مرتبہ حضرت عثمانؓ جب نبی علیہ السلام حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ہمراہ ان کے گھر کی طرف چلے تو حضرت عثمانؓ سارا راستہ نبی علیہ السلام کے قدم کے قدم مبارک کی طرف دیکھتے رہے، صحابہ کرامؓ نے جب یہ بات نبی علیہ السلام کو بتائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اس کی وجہ دریافت کی، عرض کیا اے اللہ کے محبوب آج میرے گھر میں اتنی مقدس ہستی آئی ہے کہ میری خوشی کی انتہا نہیں، میں نے نیت کی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جتنے قدم اپنے گھر سے چل کر یہاں آئیں گے، میں اتنے غلام اللہ کے راستے میں آزاد کردوں گا۔ (عشق رسول، ص:۷۲-۷۳)

**حضرت علی مرتضیٰؓ کی عقیدت ومحبت بارگاہ رسالتؐ میں**: (۱) حضرت علیؓ کو اپنے لڑکپن سے ہی سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گہرا تعلق تھا، اسی لئے آفتاب رسالت کی کرنیں جیسے ہی طلوع ہوئیں، انہوں نے لڑکوں میں سب سے پہلے ایمان لانے کی سعادت حاصل کی، چھوٹی عمر میں انسان میں خوف اور ڈر زیادہ ہوتا ہے، مگر عشق کا یہ تاثر ہے کہ انسان کو نتائج سے بے پرواہ بنا دیتا ہے، لہذا حضرت علیؓ نے ایمان قبول کرنے میں دیر نہ لگائی، جب نبی علیہ السلام نے ہجرت کا ارادہ فرمایا تو اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کے پاس لوگوں کی امانتیں موجود تھیں، اس صادق اور امین ذات نے حضرت علیؓ کو منتخب کیا اور حکم دیا کہ علی تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ اور صبح کے وقت امانتیں لوگوں کے سپرد کر دینا، حضرت علیؓ کی دلیری، شجاعت و بہادری پر قربان جائیں کہ وہ بلا خوف وخطر چارپائی پر لیٹ گئے، نبی علیہ السلام کے حکم پر جان کی بازی لگا دینا، ان کا محبوب مشغلہ تھا۔

(۲) حضرت علیؓ نے نبی علیہ السلام کو آخری غسل دیتے ہوئے جو تاریخی الفاظ کہے وہ پوری امت کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہیں ''میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ کی وفات سے وہ چیز جاتی رہی، جو کسی دوسرے کی قوت سے نہ گئی تھی یعنی وحی آسمانی کا سلسلہ منقطع ہوگیا، آپ رضی اللہ عنہ کی جدائی عظیم صدمہ ہے، اگر آپ نے صبر کا حکم نہ دیا ہوتا اور آہ وزاری سے منع نہ کیا ہوتا تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر آنسو بہاتے تاہم درد کا درماں اور زخم کا علاج پھر بھی نہ ہوتا'' (عشق رسول، ص:۷۳-۷۴)

# ایک ساتھ تین طلاق دینا گناہ ہے

مفتی زین الاسلام قاسمی

نکاح ایک شرعی معاہدہ ہے؛ لہٰذا سخت ضرورت کے بغیر اُس کو ختم کرنا یا ختم کرنے کا مطالبہ کرنا اسلام میں ناجائز وممنوع اور نکاح کے بنیادی مقصد اور اسلامی منشا کے خلاف ہے، اسی معاہدے کو ختم کرنے کا نام دوسرے لفظوں میں ''طلاق'' ہے۔ احادیث میں بلاضرورت اس کا اقدام کرنے پر ناپسندیدگی ظاہر کی گئی ہے، ایک حدیث میں ہے: ''اللہ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز طلاق ہے'' حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے اس حدیث کے ضمن میں فرمایا: ''مطلب یہ ہے کہ طلاق ضرورت کے تحت جائز رکھی گئی ہے، بغیر ضرورت طلاق دینا بہت بری بات ہے؛ اس لیے کہ نکاح تو آپس میں الفت ومحبت اور میاں بیوی کی راحت کے لیے ہوتا ہے اور طلاق سے ان نیک مقاصد کا راستہ بند ہوجاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری ہوتی ہے، دونوں کو پریشانی ہوتی ہے، آپس میں دشمنی ہوتی ہے، نیز اس کی وجہ سے بیوی کے رشتہ داروں سے بھی دشمنی پیدا ہوجاتی ہے، جہاں تک ہوسکے ہرگز ایسا نہیں کرنا چاہیے، میاں بیوی کو ایک دوسرے کو برداشت کرنا چاہیے اور پیار ومحبت سے رہنا چاہیے'' (بہشتی زیور) ایک روایت میں ہے: ''جو عورت سخت مجبوری کے بغیر خود طلاق طلب کرے، اُس پر جنت کی خوشبو حرام ہے'' اسی طرح ایک لمبی حدیث میں ارشاد ہے: ''شیطان اپنے تخت کو پانی پر بچھاتا ہے، پھر لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے اپنے لشکروں کو بھیجتا ہے، اُن لشکر والوں میں سے رتبہ کے اعتبار سے شیطان کے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوتا ہے، جو اُن میں سب سے زیادہ فتنہ باز ہو، یعنی: سب سے زیادہ پسندیدہ وہ چیلا ہوتا ہے، جو سب سے بڑا فتنہ برپا کرے، اُن میں سے ایک آکر کہتا ہے: میں نے یہ فتنہ برپا کیا اور یہ فتنہ برپا کیا، شیطان کہتا ہے: تو نے کوئی بڑا کام نہیں کیا، ایک آکر کہتا ہے: میں نے فلاں شخص کو اُس وقت تک نہیں چھوڑا یہاں تک کہ میں نے اُس کے اور اُس کی بیوی کے درمیان جدائی کرادی، تو شیطان اُس کو اپنے قریب کرلیتا ہے اور اپنے گلے سے لگا کر کہتا ہے ''ہاں تو نے بہت بڑا کام کیا'' خلاصہ یہ ہے کہ طلاق اسلام کی نظر میں ناپسندیدہ عمل ہے، بلاضرورت اس کا ارتکاب کرنا عرشِ الٰہی کو ہلانا اور شیطان کو خوش کرنا اور عورت کا بلاضرورت طلاق کا مطالبہ جنت کی خوشبو سے محرومی کا سبب ہے۔

**میاں بیوی کے ناخوش گوار حالات میں اسلام کی تعلیمات وہدایات:** نکاح ایک دائمی رشتہ کا نام ہے، اسلام کا اصل منشأ اس رشتہ کو باقی اور قائم رکھنا ہے؛ اسی لیے بلاضرورت اس رشتہ کو توڑنے کی سخت مذمت بیان کی جاچکی ہے؛ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بسا اوقات میاں بیوی کے درمیان حالات خوش گوار نہیں رہتے، آپسی نااتفاقیاں پیدا ہوجاتی ہیں، دونوں میں نبھاؤ مشکل ہوتا ہے، ایسی صورت میں بھی اِسلام نے جذبات سے مغلوب ہوکر جلد بازی میں فوراً ہی اس پاکیزہ رشتہ کو ختم کرنے کی اجازت نہیں دی؛ بلکہ میاں بیوی دونوں کو مکلّف بنایا کہ وہ حتیٰ الامکان اس بندھن کو ٹوٹنے سے بچائیں؛ چنانچہ عورت کی طرف سے نافرمانی کی صورت میں مردوں کو یہ تعلیم دی گئی ہے:

(۱) اگر عورت کی نافرمانی کا خطرہ ہو، تو حکمت اور نرمی کے ساتھ پہلے اُس کو سمجھانے کی کوشش کی جائے۔ (۲) اگر سمجھانا موثر نہ ہو، تو عارضی طور پر اُس کا بستر الگ کردیا جائے۔ (۳) اگر دوسری صورت بھی مفید ثابت نہ ہو اور عورت اپنی عادت پر قائم رہے، تو کچھ زجر وتوبیخ اور ہلکے درجہ کی سرزنش سے کام لیا جائے۔ اور مردوں کی طرف سے کسی قسم کی بدسلوکی کے وقت عورتوں کو یہ ہدایت ہے: کسی عورت کو اگر اپنے شوہر کی بدسلوکی سے ڈر یا اُس کی بے اعتنائی سے شکایت ہو، تو میاں بیوی کے لیے اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ وہ آپس میں ایک خاص طور پر صلح کرلیں'' (النساء) مذکورہ تفصیل سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ میاں بیوی کے درمیان نااتفاقی اور ناخوش گوار حالات کے مسئلہ کا ابتدائی حل طلاق دینا نہیں ہے؛ بلکہ اختلاف کے اسباب کو تلاش کرکے اُس پر روک لگانا ہے۔

**طلاق: ناموافق حالات میں غلط اقدام سے بچنے کا واحد حل:** صلح وصفائی کی مذکورہ تمام صورتوں کو اختیار کرنے کے بعد بھی ممکن ہے کہ حالات قابو میں نہ آئیں اور دونوں میں موافقت اور نبھاؤ کی کوئی صورت باقی نہ رہ جائے، زوجین میں باہم اعتماد ختم ہوجائے اور اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ حدود واحکام کو پورا کرنا مشکل ہوجائے، تو ایسی آخری حالت میں بھی معاہدۂ نکاح کے برقرار رکھنے پر مجبور کرنا دونوں پر ظلم ہے، ایسی صورت میں اُن کی زندگی تنگی و پریشانی کا بدترین نمونہ بن جائے گی، جس کے نتیجے میں قابلِ نفرت گھناؤنی اور ناپسندیدہ حرکتوں کے صادر ہونے کا امکان ہے، نیز اس میں خاندانی فوائد کے بجائے سیکڑوں مصیبتیں اور مضرتیں ہیں۔ اسلام کی نظر میں طلاق اگرچہ ایک ناگوار اور ناپسندیدہ عمل ہے؛ لیکن ایسے حالات میں بھی اگر طلاق کی بالکل ممانعت کردی جائے، تو یہ نکاح دونوں کے لیے سخت فتنہ اور پریشانی کا سبب بن جائے گا، لہٰذا ایسی مجبوری میں شریعت نے طلاق کی گنجائش دی ہے؛ کیونکہ نکاح کے بعد پیدا ہونے والی مشکلات اور سخت ضیق وتنگی کی حالت سے نکلنے کا پرامن اور پرسکون راستہ صرف طلاق ہے، اس کا کوئی متبادل نہیں ہے، شریعت کی طرف سے ایسے حالات میں طلاق رحمت پر مبنی ایک قانون ہے، جس میں مرد کو اجازت ہے کہ وہ بیوی کو طلاق دے کر دوسری عورت سے نکاح کرلے، اسی طرح عورت بھی نکاح سے آزاد ہوکر چاہے تو دوسری جگہ اپنا نکاح کرلے۔

**طلاق دینے کا صحیح اور بہتر طریقہ:** جب حالات یہاں تک پہنچ جائیں کہ طلاق دینے ہی میں شوہر اور بیوی دونوں کے لیے راحت ہو، اس کے بغیر دونوں کے لیے خوشگوار زندگی گذارنا ممکن نہ ہو، تو ایسی حالت میں بھی شریعت نے مرد کو آزاد نہیں چھوڑا کہ جس طرح چاہے اور جتنی چاہے طلاق دیدے؛ بلکہ اس کے حدود اور ضابطے طے کیے، جن سے اسلام کے قوانین کی جامعیت اور اُن کا فطرت کے عین مطابق ہونا خوب ہوتا ہے۔ چنانچہ طلاق دینے کا صحیح اور بہتر طریقہ یہ ہے کہ (۱) بیوی کو صاف لفظوں میں صرف ایک طلاق دی جائے، شوہر بیوی سے کہے ''میں نے تجھے طلاق دی''۔ (۲) طلاق اس وقت دی جائے، جب عورت کو ماہواری نہ آرہی ہو اور اُس پاکی کے زمانے میں صحبت نہ کی گئی ہو؛ کیونکہ ماہواری کے دوران طلاق دینا گناہ ہے اور اگر صحبت کرنے کے بعد طلاق دی جائے گی، تو ممکن ہے کہ حمل ٹھہر جانے کی وجہ سے اُس کی عدت لمبی ہوجائے، جو عورت کے لیے مشقت اور پریشانی کا سبب ہے۔ طلاق دینے کا سب سے بہتر طریقہ یہی ہے، اگر لوگ طلاق دینے کے اسی طریقہ کو اختیار کریں، تو طلاق کی وجہ سے پیش آنے والے مسائل پیدا نہ ہوں؛ اس لیے کہ عام طور پر وقتی تکلیف اور عارضی اختلاف کی وجہ سے غصے میں آدمی طلاق دے ڈالتا ہے؛ لیکن بعد میں دونوں کو اس کا شدید احساس ہوتا ہے اور طلاق کے باوجود ایک دوسرے کی محبت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی؛ بلکہ کبھی پہلے سے زیادہ اس میں اضافہ ہوجاتا ہے؛ پھر دونوں پریشان ہوتے ہیں اور دوبارہ ازدواجی زندگی قائم کرنا چاہتے ہیں، دونوں کے خاندان والوں کی بھی یہی خواہش رہتی ہے اور اگر سوچ سمجھ کر طلاق دی گئی ہو، تو بھی مذکورہ طریقہ کے خلاف اختیار کرنے میں مختلف قسم کی پریشانیاں پیش آتی ہیں۔ ان دشواریوں کا حل یہی ہے کہ بدرجۂ مجبوری صرف ایک طلاق دی جائے؛ اس لیے کہ ایک طلاق دینے کی صورت میں شوہر کے لیے عدت کے اندر اندر ہی رجوع کا اختیار رہتا ہے۔ اور اگر شوہر نے عدت کے اندر رجوع نہیں کیا، تو عدت گذرنے کے بعد بیوی اگرچہ اُس کے نکاح سے نکل جاتی ہے؛ لیکن دونوں کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ نئے سرے سے دوبارہ نکاح کرنے کی گنجائش رہتی ہے، اس صورت میں حلالۂ شرعی شرط نہیں ہے۔

**اسلام میں تین طلاق کیوں اور کیسے؟** ماقبل میں طلاق دینے کا سب سے بہتر اور افضل طریقہ بیان کیا جاچکا ہے کہ مجبوری اور سخت ضرورت کے وقت بیوی کی پاکی کی حالت میں جس میں اُس کے ساتھ صحبت نہ کی ہو، صریح لفظوں میں ایک طلاق دینی چاہیے۔ لیکن بسا اوقات آدمی تین طلاق دے کر رشتۂ نکاح اس طرح ختم کرنا چاہتا ہے کہ اس کے لیے رجوع اور تجدید نکاح کا موقع آیندہ باقی نہ رہے۔ ایسی صورت میں بھی شریعتِ اسلامی کی تعلیم یہ ہے یکبارگی تین طلاق نہ دی جائے؛ بلکہ پاکی کی حالت میں ایک طلاق دے کر غور وفکر کیا جائے۔ اگر حالات صحیح نہ ہوسکیں تو ایک ماہواری گذرنے کے بعد دوسری پاکی کی حالت میں دوسری طلاق دیدی جائے۔ پھر غور کیا جائے:

اگر اب بھی حالات قابو میں نہ آسکیں اور تیسری طلاق دے کر رشتۂ نکاح کو بالکلیہ ختم کرنے ہی میں دنیا اور آخرت کی بھلائی نظر آئے، تو دوسری ماہواری گذرنے کے بعد تیسری پاکی کی حالت میں تیسری طلاق دیدی جائے۔ اس کے بعد رشتۂ نکاح بالکلیہ ختم ہوجائے گا، اب مرد اور عورت دونوں ایک دوسرے کے لیے حرام ہوجائیں گے اور دونوں کے لیے آپس میں دوبارہ نکاح کرنا اسی صورت میں ممکن ہوسکے گا؛ جب کہ مطلقہ بیوی عدت کے بعد کسی دوسرے مرد سے نکاح کرلے اور دوسرا مرد صحبت بھی کرلے، پھر یا تو بقضائے الٰہی انتقال کرجائے یا طلاق دیدے، ایسی صورت میں دوبارہ عدت گذارنے کے بعد ہی نکاح کی گنجائش نکل سکے گی، اس کے بغیر ازدواجی تعلق قائم کرنے کی کوئی شکل نہ ہوگی۔ شریعت اسلامی نے تین طلاق کے بعد ازدواجی تعلق بالکلیہ ختم کردیا اور رجعت کا حق نہیں دیا کہ اگر تین طلاق کے بعد بھی رجعت کا حق دیدیا جائے، تو طلاق کا مقصد ہی فوت ہوجائے گا اور اسلام کا نظامِ طلاق میاں بیوی کی عافیت کے بجائے وبالِ جان اور مصیبت بن جائے گا۔ چنانچہ اسلام سے پہلے اور اسلام کے شروع زمانے میں یہ دستور تھا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو دسیوں طلاق دیدیتا، تو بھی عدت کے اندر اندر بہرحال اسے رجعت کا حق حاصل رہتا، جس کی وجہ سے عورت کی زندگی اجیرن بن جاتی تھی۔

**ایک ساتھ تین طلاق دینا گناہ:** اگر کوئی شخص طلاق سے متعلق ماقبل میں بیان کی ہوئی اسلام کی مستحکم تعلیمات کو نظر انداز کرکے یکبارگی تین طلاق کا اقدام کرے تو یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ شریعت اسلامی کی نگاہ میں یہ بہت بڑا جرم اور گناہ ہے، ایسا شخص سخت گنہگار ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک شخص کے متعلق اطلاع ملی کہ اُس نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دیدی ہیں، یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ میں کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ کیا میری موجودگی میں اللہ کی کتاب کے ساتھ کھیل کیا جائے گا؟ (نسائی) مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ تین طلاقیں ایک ساتھ دینا گناہ کا کام ہے، اس لیے ایک مسلمان کو تین طلاق ہرگز نہیں دینی چاہیے؛ لیکن اگر کسی نے شریعت کے حکم کو نظر انداز کرتے ہوئے ایک مجلس میں تین طلاق دیدیں، تو تین طلاق بلاشبہہ واقع ہوجائے گی۔

**طلاق کا حق صرف شوہر کو کیوں؟** طلاق کا حق مرد کو دیا جانا مرد کے مزاج وطبیعت کے موافق ہے، اس کے برخلاف عورت کو یہ حق ملنا خود اُس کی فطری شرم وحیا اور مزاج وطبیعت کے خلاف ہے؛ اس لیے کہ اس حق کا صحیح استعمال کرنے کے لیے بہت سی اُن صفات کا ہونا ضروری ہے، جن صفات میں اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں کے مقابلے میں ایک گونہ فوقیت عطا فرمائی ہے، مثلاً: طاقت وقوت، جرأت وہمت، خوداعتمادی، دوسروں سے متاثر نہ ہونا، زبان پر قابو رکھنا، دوراندیشی، جلد بازی اور جذباتیت سے بچنا؛ یہ اور ان کے علاوہ بہت سی صفات ہیں، جن میں اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں کے مقابلے میں عام طور پر فوقیت عطا فرمائی ہے، دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو بھی مردوں پر بہت سی صفات اور خوبیوں میں فوقیت عطا فرمائی ہے، مثلاً: الفت ومحبت، رحم دلی اور نرمی، تحمل و برداشت۔ مرد اور عورت کے اِس طبعی فرق کو ساری دنیا کے سمجھدار لوگ تسلیم کرتے ہیں؛ اس لیے کہ نظامِ عالم کے متوازن طریقہ پر چلنے کے لیے مرد اور عورت کے درمیان اس فطری فرق کا ہونا لازمی اور ضروری ہے۔ حقِ طلاق بھی اسی لیے مردوں کو دیا گیا کہ اُن کے اندر اللہ کی طرف سے ودیعت کی جانے والی مذکورہ بعض خصوصی صفات کی بنا پر عورتوں کی بہ نسبت اس حق کو صحیح استعمال کرنے کی صلاحیت اور اہلیت زیادہ ہے؛ اسی لیے اگر کوئی مرد اس حق کا غلط استعمال کرتا ہے، تو شریعتِ اسلامی کی نگاہ میں وہ سخت مجرم اور نافرمان سمجھا جاتا ہے؛ کیونکہ اُس نے صلاحیت اور اہلیت کے باوجود جان بوجھ کر اپنے حق سے غلط فائدہ اٹھایا۔

یہ حکمت ہم نے مثال کے طور پر پیش کردی ہے، علمائے کرام نے اس کی اور بھی حکمتیں بیان کی ہیں، جن کا ذکر ہم یہاں ضروری نہیں سمجھتے؛ بلکہ یہاں پر ہم خاص طور پر اپنے مسلمان بھائیوں کو اس حقیقت کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں کہ شریعت اسلامی اللہ کا وہ پسندیدہ مذہب ہے، جو ہر اعتبار سے کامل ومکمل کردیا گیا ہے اور اس مذہب کا ہر حکم اپنے اندر ہزار ہا ہزار حکمتوں اور مصلحتوں کو لیے ہوئے ہے، ایک مسلمان کی بندگی اور عبدیت کی اصل شان یہ ہے کہ وہ ہر حکم الٰہی کو فکری اور عملی طور پر محض اس بنیاد پر تسلیم کرے کہ یہ ساری دنیا کے مالک وخالق، بندوں کے مشفق ومحسن، بندوں کی مصلحتوں اور فائدوں کو اُن سے زیادہ جاننے والے، غیب کے بھیدوں سے واقف اور کائنات کے نظام کو چلانے والے ایک معبودِ حقیقی کا حکم ہے۔ حکمِ الٰہی کی گہرائیوں اور اُس کی حقیقی حکمتوں کا انسان کی ناقص عقل کے ذریعہ پورے طور پر ادراک نہیں کیا جاسکتا۔ بندگی کی یہ شان ایک مسلمان کے ایمان کا اعلیٰ مقام ہے۔

# نئی نسل کے یہ مسائل

عارفہ خالد شیخ (ناگپاڑہ، ممبئی)

میانہ روی زندگی کے ہر شعبے میں کلیدی اہمیت کی حامل ہے۔متوازن اور درمیانی چال بے ضرر ہوتی ہے، یہ کسی کو نقصان نہیں پہنچاتی۔ یہاں ہم بات کر رہے ہیں تیز رفتار سواری کی۔نو خیز اور نو عمر لڑکوں میں بائیک کا رجحان کچھ زیادہ ہی نظر آتا ہے۔ یہ عام طور پر وہ بچے ہوتے ہیں جو دسویں یا بارہویں کے امتحانات پاس کر کے اپنے والدین سے اسکوٹر یا بائیک حاصل کر لیتے ہیں۔ بچے ان چیزوں کا بے جا استعمال کر کے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں جس کیلئے بعض اوقات والدین کو بھی شرمندگی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ والدین اپنے بچوں کو کس حد تک نصیحت کرتے ہیں۔

آج اگر یہ کہا جائے کہ ہماری نوجوان نسل مادی اشیاء کے حصول میں جنونی ہوتی جا رہی ہے تو بے جا نہ ہوگا۔آج کے اس ترقی یافتہ دور نے بچوں کو آرام پسند بنا دیا ہے۔ ہمارے بچے ذرا سی تکلیف برداشت نہیں کرتے۔کیا ایسے ادوار نہیں گزرے جہاں محض چینی ہتھوڑی سے پہاڑوں کے دامن کو چیر کر راستے بنا لئے گئے۔سمندر کے کلبلاتے پانی میں کمند ڈال کر اُس کے جگر میں گزرگاہیں بنالی گئیں۔تاریخ شاہد ہے ایسے لوگوں کے بلند حوصلوں کے آگے چٹانیں بھی سجدہ ریز ہوئیں۔لیکن افسوس! آج ہمارے بچے اُن ادوار کو قصۂ پارینہ سمجھ کر بھلا چکے ہیں۔چٹکی میں ہونے والے کاموں نے ہماری طبیعت میں اتنی سستی پیدا کر دی ہے کہ اب دوبارہ جفاکشی کی طرف لوٹنا مشکل ہوگیا ہے۔ اب ہمیں ذرا سی زحمت بھی ناگوار گزرتی ہے۔ پھر چاہے وہ دماغی کام ہو یا جسمانی۔ اِس میں سرمائے ملک ہمارے نوجوان نسل پیش پیش ہے۔اس آرام طلب اور سہل پسندی کی انتہا تب نظر آتی ہے جب کالج گھر سے کچھ ہی فاصلے پر ہونے کے باوجود ہمارے بچے بسوں میں سفر کرنے کے بجائے اسکوٹر اور بائیک پر جانے کو ترجیح دیتے ہیں۔پُرتعیش زندگی کو انہوں نے اپنا نصب العین بنالیا ہے۔ضرورت نہ ہونے کے باوجود پیسے خرچ کرتے ہیں اور ہر قسم کی سہولت اور آسانی خریدنا چاہتے ہیں۔ گِلہ اُن کے شوق یا شوآف پر نہیں ہے۔ہمیں تو اعتراض اُن کی بے جا تیز رفتاری اور فضول خرچی سے ہے۔ یہ نوجوان بلا وجہ سڑکوں پر گاڑی دوڑاتے پھرتے ہیں۔کبھی دن میں تو کبھی رات کو بائیک ریس پر نکل جاتے ہیں۔ اِس وجہ سے کئی حادثات رونما ہوتے ہیں۔

تیز رفتاری سے گاڑی چلانا ایک طرح سے سماج دشمنی ہے۔جس کا اثر نہ صرف شخصی بلکہ اجتماعی طور پر بھی نظر آتا ہے۔خاطی اپنے ساتھ اوروں کی بھی جان جوکھم میں ڈالتا ہے۔اعداد و شمار کے لحاظ سے دیکھا جائے تو ہر سال پوری دنیا میں تقریباً ۳ر لاکھ ۸۰ر ہزار اموات بائیک اور موٹر سائیکل سے ہوتی ہیں۔یعنی روزانہ ہزار سے بھی زیادہ لوگ موت کی آغوش میں چلے جاتے ہیں۔ اپنے بچوں سے سرزد ہونے والی غلطیوں کے ذمے دار ہم بھی ہیں۔بے جا لاڈ پیار، تنبیہ اور تاکید سے مبرا بچے خودسر اور ہٹ دھرم بنتے ہیں۔بحیثیت والدین ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم بچوں کی خوشیوں کا خیال رکھیں لیکن اس کے ساتھ ہی ہماری اولین ترجیح یہ بھی ہونی چاہئے کہ ہم اُن پر نظر رکھیں۔ بلاضرورت پٹرول پھونکنے سے باز رکھیں۔انہیں ٹریفک کے اصولوں پر عمل کرنے کی سختی سے تاکید کریں۔ یہ بات بھی مشاہدے میں رہی ہے کہ بچے پہلے تو ٹریفک کے اصولوں کو توڑتے ہیں اور پھر چالان وغیرہ بھرنے کے وقت ٹریفک کنٹرول اہلکار سے لڑتے جھگڑتے ہیں، جو بالکل غلط ہے۔ اِس سے ہمارے گھرانے اور تہذیب کی شبیہ خراب ہوتی ہے۔ایک کی غلطی اور کارکردگی پوری قوم کی رسوائی کا باعث بنتی ہے۔

بچے اپنے والدین سے بہت پیار کرتے ہیں۔ پیار اور تحمل سے سمجھائی گئی باتوں پر عمل کرتے ہیں۔اپنے بچوں کو نصیحت کے پھولوں سے آگاہ کروائیں۔ جن میں رنگ و بو کے ساتھ نرمی و تازگی بھی ہو۔اچھے انداز میں کی گئی نصیحت بچوں کی تربیت میں معاون ہوتی ہے۔ وقت اور حالات کے مطابق، موقع محل کی مناسبت سے خود کو ڈھالنے والے حادثات کی ستم ظریفی کے ساتھ رسوائی سے بھی بچ جاتا ہے۔ ہمارے نوجوانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایک ذمے دار شہری کا فرض نبھائیں اور ٹریفک کے قوانین کی پابندی کریں۔

---

پروفیسر مشتاق احمد

# کوچنگ کا پھیلتا جال اور طلبہ کی خودکشی؟

حالیہ دنوں میں اس طرح کی دردناک خبروں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے کہ ملک کے مختلف حصوں میں میڈیکل، انجینئرنگ و دیگر مقابلہ جاتی امتحانات کی تیاری کرانے والے نجی کوچنگ میں زیر تعلیم طلبہ بڑی تعداد میں نفسیاتی مرض میں مبتلا ہو رہے ہیں اور کئی نے خودکشی کر لی ہے۔ چند روز پہلے کوٹا شہر راجستھان سے یہ ہولناک خبر آئی کہ دو طلبا ئنے خودکشی کر لی ہے۔ پھر اس کے اگلے ہی دن ایک خبر آئی کہ ایک تیسرے طالب علم نے چھت سے کود کر خودکشی کر لی۔غرض کہ اس طرح کی خبریں ہر ایک دو ماہ کے بعد کوٹا شہر سے آتی رہتی ہیں۔اتنا ہی نہیں بہت سارے ایسے طلباء و طالبات ہیں جو پانچ چھ برسوں سے کوٹا میں کوچنگ کر رہے ہیں لیکن وہ مقابلہ جاتی امتحانات میں کامیاب نہیں ہو رہے ہیں۔نتیجہ یہ ہے کہ ایک طرف سرپرست حضرات کا بچوں پر دباؤ ہے اور دوسری طرف کوچنگ کے ذریعہ بھی اس طرح کے ایکس اسٹوڈنٹ کے ساتھ رویہ کچھ بہتر نہیں ہوتا۔ظاہر ہے کہ شمالی ہند کی ریاست بہار، اتر پردیش، جھارکھنڈ اور مدھیہ پردیش سے ہر سال تقریباً ڈھائی لاکھ نئے طلبہ وہاں کوچنگ میں داخلہ لینے پہنچتے ہیں۔حکومت راجستھان کی اطلاع کے مطابق تقریباً چار لاکھ طلبہ کوٹا شہر کے مختلف کوچنگ مراکز میں میڈیکل، انجینئرنگ کی تیاری کرنے میں لگے ہیں۔ان میں پچاس فیصد طلبہ کوچنگ انتظامیہ کے ہاسٹلوں میں رہتے ہیں جب کہ بقیہ وہاں کے مقامی افراد کے ذریعہ پیشہ ورانہ نظریے سے بنائے گئے ہاسٹلوں میں رہتے ہیں۔ چند حضرات ایسے بھی ہیں جو نجی مکان لے کر اپنے بچوں کی کوچنگ کراتے ہیں۔ دراصل 1980ء کے بعد راجستھان کا شہر کوٹا میڈیکل اور انجینئرنگ مقابلہ جاتی امتحانات میں شامل ہونے والے طلباء و طالبات کیلئے جائے امید بن کر سامنے آیا اور سال در سال وہاں پہنچنے والے طلبہ کی تعداد میں بے تحاشہ ہوتا چلا گیا۔

ہم سب اس حقیقت سے واقف ہیں کہ ملک میں میڈیکل کالجوں کی سیٹیں محدود ہیں اور سرکاری انجینئرنگ کالج کی تعداد بھی ملک میں بڑھتی آبادی کے لحاظ سے کم ہے۔لہٰذا ملک کے مختلف حصوں سے کوٹا پہنچنے والے طلبہ میں ایک فیصد امیدواروں کو ہی کامیابی ملتی ہے۔لیکن ایک تلخ سچائی یہ ہے کہ نجی کوچنگ کے ذریعہ الیکٹرونک اور پرنٹ میڈیا میں اپنے اپنے کوچنگ کے نتائج کو کچھ اس طرح بڑھا کر پیش کیا جاتا ہے کہ کوٹا سے دور بیٹھے دیہی علاقوں کے متوسط طبقے کے سرپرست حضرات اپنے نونہالوں کو کوٹا شہر بھیجنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور ان میں ریاست بہار، اتر پردیش، جھارکھنڈ کے طلبہ کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ بلکہ ایک اندازے کے مطابق کوٹا شہر میں جانے والے کل طلبہ کی تعداد میں پچیس فیصد بہار اور پچیس فیصد اتر پردیش کے طلبہ ہوتے ہیں اور اس کی واحد وجہ یہ ہے کہ حالیہ دو دہائیوں میں ان ریاستوں کے اسکول اور کالج کے تعلیمی معیار میں پستی آئی ہے۔لہٰذا میٹرک کا ریزلٹ ہوتے ہی طلبہ کوٹا کا رخ کرتے ہیں ان میں بیشتر طلبہ ریاست بہار کے مختلف انٹر اسکولوں اور کالجوں میں داخلہ لے کر جاتے ہیں جب کہ بقیہ طلبہ کوچنگ انتظامیہ کی اس یقین دہانی پر وہاں داخلہ لیتے ہیں کہ وہ بارہویں درجہ میں پاس کرانے کی ذمہ داری بھی کوچنگ کی ہوگی اور ایسا کوچنگ انتظامیہ کرتے بھی ہیں کہ وہ راجستھان اور دہلی کے آس پاس کے اسکولوں اور کالجوں میں ان کا داخلہ کرواتے ہیں۔اس میں کوئی شک نہیں کہ وہاں کوچنگ میں میڈیکل اور انجینئرنگ کے نصابوں کے مطابق تیاری کرائی جاتی ہے مگر اس بھیڑ میں ویسے طلبہ بھی کامیاب ہو پاتے ہیں جن کے اندر پہلے سے بنیادی صلاحیتیں ہوتی ہیں اور وہ وہاں ذہنی طور پر خود کو میڈیکل اور انجینئرنگ کیلئے تیار ہی نہیں کرتے بلکہ خود کو وقف بھی کر دیتے ہیں۔مگر ایسے طلبہ کی تعداد زیادہ ہے جو ایک دو نہیں بلکہ چار پانچ سال تک وہاں رہ کر بھی کامیاب نہیں ہوتے اور نفسیاتی الجھنوں کے شکار ہو جاتے ہیں۔

پچیس سال کے تعلیمی تجربے کی بنیاد پر میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ میڈیکل اور انجینئرنگ کوچنگ میں حال کے دنوں میں صرف اور صرف پیشہ ورانہ نظریہ اپنانے لگے ہیں اور مالی منفعت کو اولیت دیتے ہیں۔ایک طرف متوسط طبقہ جو سماجی شناخت کیلئے کسی بھی طرح اپنے بچوں کو انجینئر اور ڈاکٹر بنانا چاہتے ہیں انہیں یہ نہیں معلوم کہ ان کے بچوں کی صلاحیت کیا ہے اور وہ کیا چاہتے ہیں۔ظاہر ہے کہ قدرت نے ہر انسان کے اندر الگ الگ شعبے میں مہارت حاصل کرنے کی قوت دے رکھی ہے۔یہ کوئی ضروری نہیں ہر بچہ ڈاکٹر انجینئر بن کر ہی کامیاب ہو سکتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ مغربی ممالک میں اعلیٰ تعلیم میں داخلے سے پہلے بچوں کی کاؤنسلنگ کی جاتی ہے اور اس کی فطری صلاحیت و رجحان کے مطابق اسے کورس میں داخلے کی اجازت دی جاتی ہے۔بدقسمتی سے ہمارے ملک میں اب تک یہ چلن عام نہیں ہوا ہے۔بچوں پر والدین کی پسند و ناپسند کا دباؤ انہیں مختلف طرح کی الجھنوں کا شکار بنا دیتا ہے۔اگرچہ بہار اور اتر پردیش کے چھوٹے بڑے شہروں میں بھی کوچنگ کے جال بچھے ہوئے ہیں مگر ایک مثل مشہور ہے کہ دور کے ڈھول سہانے ہوتے ہیں، کوٹا کے معاملے میں بھی یہی روش ہے کہ طلبہ کی اکثریت وہاں کا رخ کرتے ہیں۔حال میں جو تین طلبہ نے خودکشی کی ہے اس کے تعلق سے یہ خبر عام ہوئی ہے کہ کوچنگ کے ذریعہ جو ہفتہ وار ٹیسٹ لیا جاتا ہے اس میں کمزور بچوں کے نتائج کو ان کے ساتھیوں کے درمیان نہ صرف عام کیا جاتا ہے بلکہ اسے شرمندہ بھی کیا جاتا ہے۔شاید اس لئے کوٹا ضلع انتظامیہ نے حال کے واقعہ کو دیکھتے ہوئے دو مہینے تک کوچنگ میں ہفتہ وار ٹیسٹ پر پابندی لگا دی ہے اور کلاس کے اوقات میں بھی کمی کرنے کا فرمان جاری کیا ہے۔لیکن سب سے اہم قدم تو یہ ہوگا کہ سرپرست اپنے بچوں پر بے جا دباؤ نہ ڈالیں اور ہمیشہ ان کے رابطے میں رہیں، ان کی دلجوئی کرتے رہیں اور اگر ایک دو سال میں وہ کامیاب نہیں ہوتے ہیں تو اسے دوسرے شعبے میں اپنی صلاحیت کا مظاہرہ کرنے کا موقع دیں ممکن ہے کہ وہ دوسرے شعبے میں بہتر کارکردگی کی بدولت اپنے مستقبل کو روشن بنا سکے۔دریں اثناء ریاست بہار کی حکومت نے ایک اچھی پہل کی ہے کہ حکومت کی جانب سے ریاست بہار کی راجدھانی کے ساتھ ساتھ کمشنری سطح پر میڈیکل، انجینئرنگ اور دیگر مقابلہ جاتی امتحانات کیلئے کوچنگ مراکز قائم کئے جائیں گے اور اس میں طلبہ کو مفت تعلیم دی جائے گی۔اگر یہ اعلان عملی صورت اختیار کرتا ہے تو بہار کے لاکھوں طلبہ کیلئے راحت بخش ہوگا اور متوسط طبقے کے ایسے سرپرست جو اپنی جائیداد فروخت کر کے کوٹا اور دیگر بڑے شہروں کے کوچنگ میں لاکھوں روپے صرف کرتے ہیں انہیں بھی عافیت ملے گی۔

---

**بقیہ کتابوں کی دنیا**......................................

کتاب انتہائی مفید ہے۔حضرت نے جو کچھ لکھا یا ہے اس میں جامد الفاظ نہیں ہیں، بلکہ سیدھے سادے جملے قلوب کو متاثر کرتے ہیں، آخرت کی فکر دامن گیر ہوتی ہے، اہل اللہ کے اخلاق و عادات، کرامات و روایات، مکاشفات و منامات سے بہت کچھ سیکھنے کو ملتا ہے، تین سو روپے دے کر مولانا حکیم معین الدین قاسمی امام جامع مسجد کر بگہیہ پٹنہ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

کتاب کے شروع میں فارسی کے دو اشعار دیے گیے ہیں جو اہل اللہ کے مقام و مرتبہ کو واضح کرتے ہیں، ان میں سے ایک شروع میں ہی نقل کیا جا چکا ہے، کمپوزنگ جلی حروف میں ہے اور سطروں کے درمیان فاصلہ بھی روایت سے ہٹ کر ہے، اس کا فائدہ یہ ہے کہ کمزور بینائی والے بھی اس سے مستفیض ہو سکیں گے اور بہتوں کو چشمہ لگانے کی ضرورت نہیں پڑے گی، لیکن اگر اسے تھوڑا خفی کیا جاتا اور سیٹنگ پر خصوصی توجہ دی جاتی تو اس کی ضخامت کم از کم پچاس صفحات یقیناً کم ہو سکتی تھی۔

اخبار جہاں

محمد اسعداللہ قاسمی

اخبار جہاں

## کویت میں اقامہ وروزگار قوانین کی خلاف ورزی، 248 غیر قانونی تارکین گرفتار

کویتی وزارت داخلہ کے ماتحت سراغ رسانوں نے مختلف مما لک کے 248 غیر قانونی تارکین کو گرفتار کرلیا، کویتی وزارت داخلہ کے ٹوئٹر (ایکس) کے مطابق الفروانیہ، کویتی دارالحکومت، مبارک الکبیر (الاحمدی-حوالی) کمشنریوں میں اقامہ وروزگار قوانین کی خلاف ورزی کرنے والے 248 اور نشہ آور اشیا فروخت کرنے والے تین افراد کو گرفتار کرلیا گیا، زیر حراست افراد کا تعلق مختلف مما لک سے ہے، کویتی حکام ان دنوں مختلف مقامات پر تحفظ امن مہم کے تحت تفتیشی کارروائیاں کررہی ہے، کویتی حکام کا کہنا ہے الفروانیہ، جلیب الشیوخ، خیطان، مبارک الکبیر، الاحمدی، حولی، شویخ الصناعیہ اورالری مقامات پر قانون کی خلاف ورزی کرنے والے گرفتار کیے گئے جب کہ ان کے قبضے سے جلیب الشیوخ میں شراب کی بوتلیں بھی برآمد کی گئیں، گرفتار شدگان کو قانونی کارروائی کے لیے متعلقہ ادارے کی تحویل میں دیا گیا ہے۔

## مراکش میں شدید زلزلہ کم از کم 296 افراد ہلاک، متاثرہ علاقوں میں ایمرجنسی نافذ

سرکاری ٹیلی ویژن کے مطابق جمعہ کی رات وسطی مراکش میں شدید زلزلہ آیا، جس میں کم از کم 296 افراد ہلاک اور 153 دیگر زخمی ہوئے، مراکش کی وزارت داخلہ کے ایک بیان میں کہا گیا ہے کہ متاثرہ علاقوں میں امدادی کارروائیاں شروع کردی گئی ہیں، تازہ زلزلے کو مملکت کی تاریخ کا سب سے بڑا زلزلہ قرار دیا گیا ہے جس سے بڑے پیانے پر مادی نقصان پہنچا اور عمارتیں زمین بوس ہوگئی ہیں، امریکی جیوفزیکل انسٹی ٹیوٹ کے مطابق ریکٹر اسکیل پر زلزلے کی شدت 6.8 تھی، اس کا مرکز سیاحتی شہر مراکش کے جنوب مغرب میں دارالحکومت رباط سے 320 کلومیٹر جنوب میں واقع تھا، رباط میں قائم نیشنل سینٹر فار سائنٹیفک اینڈ ٹیکنیکل ریسرچ نے کہا ہے کہ زلزلے کی شدت ریکٹر اسکیل پر 7 ڈگری تھی اور اس کا مرکز الحوز صوبے میں تھا، مراکش کے ایک اہلکار نے اس سے قبل بتایا تھا کہ درجنوں افراد ہلاک ہوئے ہیں، جن میں سے زیادہ تر مراکش کے جنوب میں پہنچنے والے مشکل علاقوں میں تھے، زلزلے کے مرکز کے قریب ترین بڑے شہر کے رہائشیوں نے بتایا کہ پرانے شہر میں کچھ عمارتیں منہدم ہوگئیں، یہ علاقہ اقوام متحدہ کی تعلیمی، سائنسی اور ثقافتی تنظیم (یونیسکو) کی فہرست میں شامل ہے، (ایجنسی)

## اسکولوں میں مسلم طالبات کے عبایا پہننے پر پابندی درست: فرانسیسی عدالت

فرانس کی ایک اعلیٰ عدالت نے اسکولوں میں طالبات کے عبایا پہننے پر حکومتی پابندی کو برقرار رکھتے ہوئے مسلم تنظیم کی جانب سے دائر درخواست نمٹا دی ہے، فرانسیسی صدر ایمانوئل میخواں کی حکومت نے گزشتہ ماہ اسکولوں میں عبایا پہننے پر پابندی عائد کی تھی اور کہا تھا کہ تعلیمی اداروں میں عبایا پہننا سیکولرازم کے اصولوں کی خلاف ورزی ہے، فرانس میں مسلم خواتین کے سر پر اسکارف پہننے پر پہلے ہی پابندی ہے اور ایسا کرنا مذہبی وابستگی کے اظہار کے طور پر دیکھا جاتا ہے، فرانس میں بسنے والے مسلمانوں کی ایک نمائندہ تنظیم ایکشن فار دی رائٹس آف مسلمز (اے ڈی ایم) نے اعلیٰ ترین عدالت ریاستی کونسل سے استدعا کی تھی کہ عبایا اور مردوں کے لباس قمیص پر پابندی کے خلاف حکم امتناع جاری کیا جائے، مسلم تنظیم کا موقف تھا کہ یہ پابندی امتیازی ہے اور مسلمانوں کے خلاف نفرت کے ساتھ ساتھ نسلی پروفائلنگ کو بھڑکا سکتی ہے، عدالت نے دو روز تک مسلم تنظیم کی درخواست پر سماعت کے بعد جمعرات کو تنظیم کے دلائل کو مسترد کردیا ہے، عدالت نے کہا کہ عبایا پہننا مذہبی اثبات کی منطق کی پیروی کرتا ہے اور یہ کہ پابندی کا فیصلہ فرانسیسی قانون پر مبنی ہے جو کسی کو بھی اسکولوں میں مذہبی وابستگی کے واضح نشانات پہننے کی اجازت نہیں دیتا (ایجنسی)

## امریکی جیل سے خطرناک قیدی آسانی کے ساتھ فرار

ایک قاتل جسے امریکی حکام نے 'انتہائی خطرناک' قرار دیا تھا پنسلوانیا کی جیل سے انتہائی آسانی سے فرار ہوگیا، اس کے فرار کے چند روز بعد حکام نے جیل سے اس کے فرار کے عجیب طریقے سے آگاہ کیا، ریاستی فوجیوں نے بتایا کہ 34 سالہ ڈینیلو سوزا کیولکانٹی Danelo Cavalcante اپنی سابقہ گرل فرینڈ کو قتل کرنے کے جرم میں عمر قید کی سزا کاٹ رہا تھا، کیولکانٹی ایک ہفتہ قبل چیسٹر کاؤنٹی جیل سے فرار ہوگیا تھا، جمعرات کو چیسٹر کاؤنٹی کی پولیس نے جیل کے اندر سے ایک ویڈیو شائع کی جس میں کیولکانٹی کے فرار کا عجیب لمحہ دکھایا گیا ہے، ویڈیو کے مطابق محافظوں کی لاعلمی میں کیولکانٹی دو قریبی دیواروں کے پاس گیا اور آسانی اور مہارت کے ساتھ ان پر چڑھ گیا، اس نے اپنے جسم کو افقی طور پر رکھ دیا اور اسی طرح دیوار پر چڑھتا رہا یہاں تک کہ وہ اوپر پہنچ گیا، اس کے فرار ہونے کے بعد سے قاتل کو بوکوبسن قصبے کے دو میل کے دائرے میں کم از کم چار بار دیکھا گیا، مقامی پولیس نے رہائشیوں کی 100 سے زیادہ رپورٹوں کا حوالہ دیا، پنسلوانی اسٹیٹ پولیس نے کہا کہ وہ فرار ہونے والے قیدی کا پیچھا کرنے میں مدد کے لیے مزید ٹکنالوجی اور اہلکار لائے ہیں، مفرور کو پکڑنے کے طریقوں میں اس کی ماں کی آواز کی ریکارڈنگ چلانے کا طریقہ بھی شامل ہے (ایجنسی)

## کویت ایئرپورٹ پر شہری سے بدسلوکی، وزارت داخلہ نے تحقیقات شروع کردی

کویتی وزارت داخلہ نے کویت ایئرپورٹ پر بدسلوکی کی شکایت کا نوٹس لیا ہے، کویتی وزارت داخلہ نے ٹوئٹر (ایکس) پر بیان میں کہا کہ 'وزیر داخلہ نے کویت انٹرنیشنل ایئرپورٹ پر سیکیورٹی فورس کے اہلکار کی جانب سے مقامی شہری سے بدسلوکی کے واقعے کی تحقیقات کا حکم دیا ہے، وزارت داخلہ کا کہنا ہے، کویت انٹرنیشنل ایئرپورٹ پر جو کچھ ہوا وہ امن وامان کے تحفظ پر مامور خصوصی سیکیورٹی ادارے کی طرف سے کیا گیا، ادارہ قانون کے دائرے میں امن وامان کو یقینی بنانے کے لیے ضروری کارروائی کا پابند ہے، علاوہ ازیں ہر شہری کے وقار کا تحفظ بھی اس کے فرائض منصبی میں شامل ہے، وزارت داخلہ کا کہنا ہے 'وزیر اعظم کے نائب اول و وزیر داخلہ شیخ طلال خالد الاحمد الصباح نے واقعہ کی تحقیقات کا حکم دیا ہے، رپورٹ پر فیصلہ کیا جائے گا۔

## سعودی عرب کے جازان ریجن میں آسمانی بجلی گرنے سے تین افراد ہلاک

سعودی عرب کے ریجن جازان کی متعدد کمشنریوں میں گرج چمک کے ساتھ بارش کے بعد جگہ جگہ وادیوں میں سیلابی صورتحال ہے، احدالمسارحہ کمشنری میں تین راہگیر آسمانی بجلی سے گرنے ہلاک ہوگئے، العربیہ نیٹ اور عاجل ویب سائٹ کے مطابق آسمانی بجلی سے تین افراد کی ہلاکت کی خبر سے علاقے میں خوف وہراس پھیل گیا، اس سے قبل جازان ریجن کی الحرث کمشنری کے الراحہ قریے میں اونٹوں کے ریوڑ پر بھی آسمانی بجلی گرنے سے اونٹ ہلاک ہوئے تھے، علاوہ ازیں جازان ریجن میں موسم غیر مستحکم ہے، محکمہ شہری دفاع نے سعودیوں اور مقیم غیر ملکیوں سے کہا ہے کہ وہ مقررہ احتیاطی تدابیر کی پابندی کریں (ایجنسی)

## یونان کی شپنگ کمپنی کو ایرانی خام تیل اسمگل کرنے پر جرمانہ

یونان کی ایک شپنگ کمپنی نے ایران سے خام تیل کی اسمگلنگ کے الزام کے مقدمے میں جرم قبول کرلیا ہے اور 24 لاکھ ڈالر جرمانہ ادا کرنے پر رضامندی ظاہر کردی ہے، امریکی نیوز ایجنسی ایسوسی ایٹڈ پریس کے مطابق جمعرات کو امریکہ کی وفاقی عدالت کی جانب سے اس کارروائی کے کاغذات دکھائے گئے ہیں، امریکہ کی وفاقی عدالت کے مطابق یونان کی شپنگ کمپنی ایمپائر نیویگیشن کی درخواست پر معاہدے کے تحت اسے پروبیشن پر رکھے جانے پر اتفاق ہوا ہے، ایران پابندیوں سے بچتے ہوئے بیرون ملک تیل کی فروخت جاری رکھنے کی کوشش کررہا ہے اسی تناظر میں یونان کی شپنگ کمپنی کا آئل ٹینکر سویز راجان امریکہ اور ایران کے درمیان وسیع ترکشیدگی میں پھنس گیا ہے، فروری 2022 میں ''گروپ یونائیٹڈ اگینسٹ نیوکلیئر ایران'' نے شبہ ظاہر کیا تھا کہ خلیج عرب میں تیل کی تقسیم کے مرکزی ٹرمینل ''ایران کے جزیرہ خارک'' سے آئل ٹینکر سویز راجان تیل لے کر جا رہا تھا، کئی مہینوں تک یونانی کمپنی کا بحری جہاز سنگاپور کے شمال مشرقی ساحل سے دور بحیرہ جنوبی چین میں موجود رہا اور پھر اچانک خلیج میکسیکو کی طرف کی جانب روانہ ہوگیا، ایمپائر نیوی گیشن کے وکیل نے ایران پر پابندیوں کی خلاف ورزی کے الزام میں جرم قبول کیا ہے جب کہ یونان کی شپنگ کمپنی کے ایتھنز میں قائم مرکزی دفتر نے جمعرات کی صبح تک مقدمے پر تبصرہ کی درخواست کا فوری طور پر جواب نہیں دیا (ایجنسی)

## طوفانی بارشیں، چین کے ''ٹیکنالوجی شہر'' شینزن میں 71 سالہ ریکارڈ ٹوٹ گیا

ہانگ کانگ اور چین کے ٹیکنالوجی کا گڑھ سمجھے جانے والے جنوبی شہر شینزن میں بارش کا 71 سالہ ریکارڈ ٹوٹ گیا جہاں سیلابی صورتحال کے باعث معمولاتِ زندگی بری طرح متاثر ہوئے ہیں، خبر رساں ایجنسی اے ایف پی کے مطابق جمعے کو چین کے سرکاری میڈیا نے بتایا کہ سنہ 1952 سے لے کر اب تک کے مرتب کردہ ریکارڈ کے مطابق یہ اس علاقے میں ہونے والی سب سے تباہ کن بارش ہے، جمعرات کی شام پانچ بجے سے جمعے کی صبح چھ بجے تک شینزن میں اوسطاً 202 ملی میٹر یا آٹھ انچ بارش ریکارڈ کی گئی، اسی طرح کم از کم مجموعی بارش کا پانی 469 ملی میٹر یا 18 انچ تک جمع ہوا، سمندری طوفان کے باعث ہانگ کانگ اور شینزن میں شہری انتظامیہ نے کاروبار اور دفاتر بند کرنے سمیت کئی انتظامات کیے تھے، حکام نے سمندری طوفان کی آمد سے ایک ہفتے قبل ہی مقامی شہریوں کو خبردار کیا تھا کہ طوفانی بارشوں کے باعث پبلک ٹرانسپورٹ بند کردی جائے گی اور اُن کو گھروں میں حفاظتی اقدامات کی ہدایت کی تھی، شینزن شہر کی آبادی ایک کروڑ 77 لاکھ ہے جہاں محکمہ ہنگامی امداد نے اعلان کیا تھا کہ شہری گھروں سے باہر نہ نکلیں (نیوز ایجنسی)

## کام کی تلاش جو 15 سو سال قدیم خزانے کی دریافت کا باعث بنی

ناروے سے تعلق رکھنے والا ایک شخص کو کسی مشغلے کی تلاش تھی اور یہی جستجو صدیوں پرانے خزانے کی دریافت کا سبب بن گئی، خبر رساں ایجنسی ایسوسی ایٹڈ پریس کے مطابق 51 سالہ ایرلین بورکوان کے ڈاکٹر نے کوئی مشغلہ اپنانے کا مشورہ دیا بجائے اس کے کہ وہ گھر میں صوفے پر بیٹھے رہیں، ڈاکٹر کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے ایرلین نے ایک میٹل ڈیٹیکٹر یعنی کسی بھی دھات کا کھوج لگانے والا آلہ خریدا اور پہاڑوں میں نکل گئے، اسی سلسلے میں ایک دن انہوں نے ناروے کے جنوب مغربی شہر ستاوینجر کے قریب واقع جزیرے 'رینسوئے' کا رخ کیا اور اپنے ساتھ میٹل ڈیٹیکٹر بھی لے گئے، جزیرے پر گھومتے پھرتے ان کے میٹل ڈیٹیکٹر نے کسی دھات کی موجودگی کا اشارہ دیا، پہلے تو ایرلین کا خیال تھا کہ شاید چاکلیٹ کے سکے ریت میں دھنسے ہوئے ہیں جن کی موجودگی پر ڈیٹیکٹر نے الرٹ بھیجا ہے؛ لیکن کھوج لگانے پر معلوم ہوا کہ یہاں سونے کے زیورات دفن ہیں جو شاید کسی نے 15 سو سال قبل زیب تن کی ہوگی (ایجنسی)

اعلان داخلہ

مولانا منت اللہ رحمانی میموریل ٹیکنیکل انسٹی چیوٹ (ITI) ایف سی آئی روڈ، پھلواری شریف پٹنہ میں درج ذیل دوسالہ ٹریڈ کے سال 2023 میں داخلہ کے لئے میٹرک پاس طلبہ حسب ذیل نمبرات پر رابطہ کرسکتے ہیں: (۱) الیکٹرونکس (۲) فیٹر (۳) ڈرافٹسمین سول (۴) الیکٹریشین (۵) ریفریجریشن اینڈ ایئر کنڈیشننگ (۶) پلمبر (ایک سال)

رابطہ کے لئے نمبرات:

8825126782, 9835012335, 9304924575

## ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

# امارت شرعیہ کی ریلیف ٹیم میوات میں سرگرم

**مولانا مفتی وصی احمد قاسمی کی قیادت میں ریلیف ٹیم نے نقصانات کا جائزہ لیااور مظلومین کی امداد کی**

امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب دامت برکاتہم کی ہدایت پر امارت شرعیہ کی ایک ریلیف ٹیم مولانا مفتی وصی احمد قاسمی صاحب نائب قاضی شریعت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ کی قیادت میں ضلع نوح (علاقہ میوات) کے مختلف مواضعات میں پہونچی اور نقصانات کا جائزہ لینے کے ساتھ کئی مظلومین کی امداد کی۔ اس ٹیم میں معاون ناظم امارت شرعیہ مولانا احمد حسین قاسمی، مولانا مزمل حسین قاسمی مبلغ امارت شرعیہ، انجینئر ابوطلحہ صاحب شعبۂ پروجیکٹ مینجمنٹ امارت شرعیہ اور محمد عادل فریدی شریک تھے۔ یہ ٹیم سب سے پہلے ضلع بھرت پور راجستھان کے میل کھیڑلا میں واقع راجستھان کے مشہور ومعروف ادارہ الجامعۃ الاسلامیہ دارالعلوم محمدیہ میل کھیڑلا پہونچی، جہاں ادارہ کے مہتمم اور جمعیۃ علماء ہند راجستھان کے ذمہ دار مولانا راشد صاحب قاسمی اور جامعہ کے اساتذہ نے وفد کا استقبال کیا۔ پھر وہاں سے مولانا کی رہنمائی میں ہی ریلیف ٹیم ضلع نوح کے مختلف مواضعات میں نقصانات کا جائزہ لینے کے لیے گئی، سب سے پہلے یہ ٹیم ضلع نوح کی ایک مضافاتی بستی اراولی پہاڑ کی ترائی میں واقع موضع نلہڑ پہونچی جہاں چند مزدور پیشہ غریب مسلمانوں کے گھروں کو حکومت نے بلڈوزر کے ذریعہ زمین دوز کر دیا تھا، یہ لوگ سرکار کی غیر مزروعہ زمین پر آباد تھے، اس وقت یہ سبھی خاندان کھلے آسمان کے نیچے زندگی گزار رہے ہیں، مقامی اہل خیر نے پلاسٹک کا ترپال بطور سائبان مہیا کر دیا ہے، بستی کے مکینوں نے بتایا کہ کچھ لوگ کچھ غلہ دے گئے ہیں، لیکن سر چھپانے کا کوئی بندوبست نہیں ہو پایا ہے، ان کے پاس اپنی زمینیں بھی نہیں ہیں۔ قریبی بستی کے ایک مخیّر شخص نے امارت شرعیہ کی ٹیم سے وعدہ کیا کہ اگر کوئی تنظیم ان کا گھر بنا دے تو وہ گھر بنانے کے بقدر زمین دینے کو تیار ہیں۔ ریلیف ٹیم کے قائد جناب مولانا مفتی وصی احمد قاسمی صاحب نے انہیں حوصلہ دلایا، تسلی کے کلمات کہے، صبر کی تلقین کی اور امارت شرعیہ کی طرف سے مدد کا وعدہ کیا۔ اس کے بعد یہ ٹیم شہید حسن خان میواتی گورنمنٹ میڈیکل کالج اینڈ ہاسپٹل نوح کے قریب واقع مارکیٹ میں پہونچی، میڈیکل کالج کے سامنے سڑک کے دونو ں کنارے مسلمانوں کی پینتالیس دکانوں کو سرکار کے حکم سے زمین دوز کر دیا گیا، دکانوں کے ملبے ابھی تک اپنی جگہ پڑے ہیں اور زبان حال سے حکومت کے ظلم وستم کی داستان سنا رہے ہیں۔ حالانکہ ہائی کورٹ نے اسٹے لگا دیا تھا، زمین کے مالکان اسٹے آرڈر لے کر پہونچے لیکن پولیس افسران نے کورٹ کے اسٹے آرڈر کو پھاڑ دیا اور دکانوں پر بلڈوزر چلوا دیا۔ اس کے بعد ریلیف ٹیم نے شہر نوح میں توڑی گئی دیگر عمارتوں، ضائع کی گئی ریڑھی پٹریوں کا جائزہ بھی لیا، ایک چہار منزلہ سہارا ریسٹورنٹ اور ماربل وٹائلس کے شوروم کجاریا ٹائلس شوروم کو بھی دیکھا، چہار منزلہ عمارت اس وقت بھی زمین بوس ہے۔ ریلیف ٹیم نے کجاریا ٹائلس شوروم کے مالک حافظ لیاقت سے مل کر ان کو تسلی دی اور انصاف اللہ کے سپرد کر کے صبر کرنے کی تلقین کی اور کہا کہ ان شاء اللہ اللہ تعالیٰ ضرور آپ کو صبر کا انعام دیں گے، وہاں سے ریلیف ٹیم نگینہ اور امام نگر بڑکلی پہونچی، جہاں کئی نوجوانوں کو پولیس نے فساد پھیلانے کے الزام میں بے قصور گرفتار کر لیا ہے اور وہ نوجوان ابھی تک جیل میں ہیں۔ ان میں سے شاکر ولد سلیمان مرحوم جو اپنے گھر میں اکیلے کمانے والے فرد تھے، ان کی والدہ، اہلیہ، سات بچیوں، ایک بیٹے، بھاوج اور کئی عدد بھتیجے بھتیجیوں کے بیچ میں وہ تنہا کمانے والے تھے، اس وقت ان کے گھر میں کوئی کمانے والا نہیں فاقہ کشی کی نوبت ہے، امارت شرعیہ کی ٹیم نے عبوری راحت کے طور پر نقد امداد کی، امام گنج بڑکلی میں عبدالرزاق، ان کے دولڑکے الطاف اور انس اور بھائی عارف کو پولیس نے بے قصور گرفتار کر لیا، ان پریواروں کے پاس بھی کوئی کمانے والا نہیں ہے۔ امارت شرعیہ کی ٹیم نے ان خاندانوں کی بھی نقد امداد کی، اس وقت توڑے گئے مکانوں، دکانوں اور ضائع کی گئی ریڑھی پٹریوں کی فہرست سازی کا کام جاری ہے، فہرست سازی کے بعد ترجیحی بنیاد پر امارت شرعیہ وہاں راحت رسانی اور بازآبادکاری کا کام کرے گی ان شاء اللہ۔ آج ریلیف ٹیم کا پہلا دن تھا، یہ پہلے دن کی کارگزاری تھی، ان شاء اللہ کل سے مزید تیزی کے ساتھ اور منظّم طریقہ پر راحت رسانی کا کام انجام دیا جائے گا، جامعہ رحمانی خانقاہ مونگیر کے اساتذہ وطلبہ پر مشتمل ٹیم جو دہلی میں پہلے سے ہی قیام پذیر تھی، خبر لکھے جانے تک نوح پہونچ چکی ہے، ان شاء اللہ کل سے وہ ٹیم بھی راحت رسانی اور جائزہ کے کاموں میں شریک رہے گی۔ اساتذہ میں جناب مولانا عبدالعلیم رحمانی، مولانا کبیر الدین رحمانی اور مولانا اسلم رحمانی شریک ہیں، اس موقع پر قائد وفد جناب مولانا مفتی وصی احمد قاسمی صاحب نے اپنے پیغام میں کہا کہ امارت شرعیہ سو برسوں سے ملک کے کسی بھی حصہ میں فرقہ وارانہ فساد ہوتا ہے یا قدرتی آفت آتی ہے تو وہاں پہونچ کر بلا تفریق مذہب وملت خالص انسانیت کی بنیاد پر مظلوم و بے کس اور ضرورت مند انسانوں کی مدد کرتی رہی ہے۔ میوات میں بھی امارت شرعیہ کی ٹیم ضرورت مندوں کی مدد کے لیے آئی ہے اور حضرت امیر شریعت مدظلہ وقائم مقام ناظم امارت شرعیہ مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب کے حکم و ہدایت کے مطابق جائزہ رپورٹ کی بنیاد پر منظّم طریقہ پر کام کرے گی جیسا کہ اس کی روایت رہی ہے۔

# میوات میں امارت شرعیہ کا ریلیف ورک جاری

**مولانا مفتی وصی احمد قاسمی کی قیادت میں ریلیف ٹیم نے منہدم مکانات کا معاینہ کیااور متاثرین سے ملاقات کر کے مدد کی یقین دھانی کرائی**

آج امارت شرعیہ کی ریلیف ٹیم کا میوات میں دوسرا دن تھا، آج کی ٹیم میں قائد وفد مولانا مفتی وصی احمد قاسمی نائب قاضی شریعت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ کے ساتھ معاون ناظم امارت شرعیہ مولانا احمد حسین قاسمی، مولانا مزمل حسین قاسمی مبلغ امارت شرعیہ، انجینئر ابوطلحہ صاحب شعبۂ پروجیکٹ مینجمنٹ امارت شرعیہ، محمد عادل فریدی، جامعہ رحمانی خانقاہ مونگیر کے اساتذہ جناب مولانا عبدالعلیم رحمانی، مولانا کبیر الدین رحمانی اور مولانا اسلم رحمانی، جامعہ رحمانی کے دس طلبۂ کرام شریک تھے، ان کے علاوہ رہبری کے لیے مولانا مفتی راشد صاحب مہتمم الجامعۃ الاسلامیہ دارالعلوم محمدیہ میل کھیڑلا اور حاجی زبیر احمد الوری صدر میوات وکاس پنچایت سنستھان وصدر ابراہیم ایجوکیشن اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ بھی شامل تھے۔

ان دونوں حضرات کی رہنمائی میں امارت شرعیہ کی ٹیم سب سے پہلے فیروز پور جھرکا میں واقع دودھ کی گھاٹی اور غیاثن باس پہونچی ان دونوں مقامات پر ایک سو سے زیادہ مکانات کو حکومت نے بالکل زمین بوس کر دیا ہے، ان میں چند غیر مسلم پسماندہ طبقات (بھنگی اور ڈوم برادری) کے مکانات بھی ہیں۔ یہ سبھی حضرات مزدور پیشہ اور غریب لوگ ہیں، پہاڑوں کے دامن میں فوریسٹ ڈپارٹمنٹ کی زمین پر گھر بنا کر برسوں سے رہ رہے تھے، ان میں سے نوے فیصد لوگوں کے پاس اپنی زمین نہیں ہے، چند لوگ ایسے ہیں جن کے پاس گاؤں میں اپنی زمین ہے، چند ایسے بھی ہیں جنہوں نے گاؤں میں زمین کا بیعانہ اور جزوی قیمت ادا کر رکھی ہے، مگر پوری رقم مہیا نہ ہونے کی وجہ سے زمینیں ان کو حاصل نہیں ہوئی ہیں۔ ان لوگوں نے بتایا کہ جمعیۃ علماء ہند اور مقامی اہل خیر حضرات نے فی الحال سر چھپانے کے لیے پلاسٹک کا سائبان مہیا کر دیا ہے، جمعیۃ کی طرف سے ایک مہینے کا راشن بھی تقسیم کیا گیا ہے۔ وہاں کی مسجد کے امام جناب مولانا محمد صاحب اور حاجی دین محمد صاحب (ان کے مکان کو بھی بلڈوزر سے ڈھا دیا گیا ہے) اور چند مقامی باشندوں نے وفد کے سامنے تفصیلات بیان کیں، انہوں نے کہا کہ حکومت نے مکانات ڈھانے سے پہلے کوئی الٹی میٹم بھی نہیں دیا اور نہ گھروں سے سامان نکالنے کا موقع دیا، گھروں کے ساتھ گھر کے اثاثے بھی ضائع ہو گئے۔ یہ حضرات پلاسٹک کی ترپال کے نیچے کسم پرسی کی حالت میں زندگی گزار رہے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ ٹیم سدراوٹ پہونچی جہاں ۱۴رمکانات توڑے گئے تھے، جن میں سے تین غیر مسلموں کے مکانات تھے۔ وہاں رہنے والے غیر مسلم بھائیوں نے بتایا کہ وہ نصف صدی سے زائد عرصے سے وہاں آباد ہیں اور مل جل کر رہتے ہیں، ساتھ اٹھتے بیٹھتے اور کھاتے پیتے ہیں، ایک دوسرے کے سکھ دکھ میں شریک ہوتے ہیں، کبھی کسی قسم کی تلخی یا تکرار آپس میں نہیں ہوئی، نہ قلیل تعداد میں آباد ان غیر مسلموں کو ان مسلمانوں سے کسی قسم کا خطرہ یا خوف کا اندیشہ ہوا، لیکن متعصب سیاست دانوں کی نفرتی آندھی نے ان محبت سے رہنے والوں کے آشیانے کو بھی اجاڑ دیا۔ امارت شرعیہ کی ریلیف ٹیم نے ان مظلومین کو تسلی دی اور ان کی مدد کا وعدہ کیا، قائد وفد مولانا مفتی وصی احمد قاسمی صاحب نے صبر کی تلقین کرتے ہوئے آپسی محبت و بھائی چارہ کی اس فضا کو برقرار رکھنے کی اپیل کی اور کہا کہ سیاست دانوں کی نفرتی بساط کا مہرہ نہ بنیں اور ان کی وجہ سے ان کے دلوں کے شیشے میں بال نہ پڑنے پائے۔ لوگوں نے کہا کہ وہ اسی طرح محبت و بھائی چارہ سے رہیں گے جیسے رہتے آئے ہیں۔

اس کے علاوہ پرانا دھوبی گھاٹ نگینہ میں بیس مکانات، ناگل میں ۱۶رمکانات، نلہڑ میں ۱۴رمکانات منہدم کیے گئے ہیں، جبکہ تاؤڑو میں دوسری ریاستوں سے آئے غریب خانہ بدوشوں کی ۳۵رجھگی جھوپڑیوں کو بھی اجاڑ دیا گیا ہے۔ شہر نوح اور اس کے مضافاتی بازاروں میں سیکڑوں چھوٹے کاروباریوں، ریڑی پٹری پر پھل، سبزی اور ضروریات زندگی کے سامان بیچنے والوں کے کاروبار کو تباہ کر دیا گیا، ان کی ریڑھیوں کو ضائع کر دیا گیا اور ان سے ذریعہ معاش چھین لیا گیا ہے۔ فساد پھیلانے اور دیگر سنگین دفعات کے تحت تین سو پانچ مسلم نوجوانوں کو گرفتار کر کے داخل زنداں کر دیا گیا ہے، جن میں سے بہت سے ایسے ہیں جن کے گھروں میں ان کے علاوہ کوئی کمانے والا نہیں بچا ہے۔ کل جب امارت شرعیہ کی ٹیم نلہڑ پہونچی تھی تو وہاں قریبی بستی کے ایک مخیّر شخص نے امارت شرعیہ کی ٹیم سے وعدہ کیا کہ اگر کوئی تنظیم ان کا گھر بنا دے تو وہ گھر بنانے کے بقدر زمین دینے کو تیار ہیں۔ کل یہ ٹیم شہید حسن خان میواتی گورنمنٹ میڈیکل کالج اینڈ ہاسپٹل نوح کے قریب واقع مارکیٹ میں بھی گئی تھی، میڈیکل کالج کے سامنے سڑک کے دونوں کنارے مسلمانوں کی پینتالیس دکانوں کو سرکار کے حکم سے زمین دوز کر دیا گیا، دکانوں کے ملبے ابھی تک اپنی جگہ پڑے ہیں اور زبان حال سے حکومت کے ظلم وستم کی داستان سنا رہے ہیں۔ حالانکہ ہائی کورٹ نے اسٹے لگا دیا تھا، زمین کے مالکان اسٹے آرڈر لے کر پہونچے لیکن پولیس افسران نے کورٹ کے اسٹے آرڈر کو پھاڑ دیا اور دکانوں پر بلڈوزر چلوا دیا۔ اس کے بعد ریلیف ٹیم نے شہر نوح میں توڑی گئی دیگر عمارتوں، ضائع کی گئی ریڑھی پٹریوں کا جائزہ بھی لیا، ایک چہار منزلہ سہارا ریسٹورنٹ اور ماربل وٹائلس کے شوروم کجاریا ٹائلس شوروم کو بھی دیکھا، چہار منزلہ عمارت اس وقت بھی زمین بوس ہے۔ ریلیف ٹیم نگینہ اور امام نگر بڑکلی بھی گئی، جہاں کئی نوجوانوں کو پولیس نے فساد پھیلانے کے الزام میں بے قصور گرفتار کر لیا ہے اور وہ نوجوان ابھی تک جیل میں ہیں۔ ان میں سے شاکر ولد سلیمان مرحوم جو اپنے گھر میں اکیلے کمانے والے فرد تھے، ان کی والدہ، اہلیہ، سات بچیوں، ایک بیٹے، بھاوج اور کئی عدد بھتیجے بھتیجیوں کے بیچ میں وہ تنہا کمانے والے تھے، اس وقت ان کے گھر میں کوئی کمانے والا نہیں فاقہ کشی کی نوبت ہے، امارت شرعیہ کی ٹیم نے عبوری راحت کے طور پر نقد امداد کی، امام گنج بڑکلی میں عبدالرزاق، ان کے دولڑکے الطاف اور انس اور بھائی عارف کو پولیس نے بے قصور گرفتار کر لیا، ان پریواروں کے پاس بھی کوئی کمانے والا نہیں ہے۔ امارت شرعیہ کی ٹیم نے ان خاندانوں کی بھی نقد امداد کی۔

اس وقت توڑے گئے مکانوں، دکانوں اور ضائع کی گئی ریڑھی پٹریوں کی فہرست سازی کا کام جاری ہے، فہرست سازی کے بعد ترجیحی بنیاد پر امارت شرعیہ وہاں راحت رسانی اور بازآبادکاری کا کام کرے گی ان شاء اللہ۔ قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی نے اہل خیر حضرات سے اپیل کی ہے کہ وہ امارت شرعیہ کے ریلیف فنڈ میں زیادہ سے زیادہ تعاون کریں تاکہ امارت شرعیہ اپنے منصوبے کے مطابق راحت رسانی کا کام انجام دے سکے۔

# عدم تحفظ: آج کی دنیا کا شناخت نامہ

صفدر امام قادری

انسانی ارتقا کے مختلف ادوار پر نگاہ ڈالیں تو نشیب و فراز کے ایسے لامختتم سلسلے دستیاب ہوتے ہیں۔ یہ سفر انسانی مشقت، محبت اور نفرت، جدوجہد، استحصال، نسل پرستی، حکومت اور طاقت ور افراد کا جبر اور ان سے آزاد ہونے کی مہم جیسے مراحل سے گزرتے ہوئے ہمارے دور تک ایک پڑاؤ مکمل کرتا ہے۔ ایسے ہزاروں اسفار اور لاکھوں کوششوں کے بعد ہماری آج کی دنیا بنی۔ اس کی تعمیر میں ہمارے پسینے کی خوشبو بھی شامل ہے اور ہمارے لہو بھی صرف ہوئے ہیں۔ ہمارے خواب اور ہماری تمنائیں تو اس رونق کی کلید ہیں ہی مگر ہماری مایوسیاں، محرومیاں اور غم و غصے کے مظاہر سے بھی نبرد آزمائی کے نتیجے میں ہم یہاں تک پہنچے ہیں۔ دنیا کے جس خطے میں چلے جائیے، زندگی کو جس دور سے پہچانیے، ہماری یہ آویزشیں، ہماری مبارزتیں اور ہماری جدوجہد کے اثمار کہیں نہ کہیں آنکھوں کو تازگی بخشتے ہوئے مل ہی جاتے ہیں۔

تعلیم اور ذہانتوں کا وفور نئی دنیا کی تعمیر و تشکیل کے سب سے معتبر اوزار مانے گئے۔ دنیا اندھیرے سے اجالے کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ اپنے فرائض اور حقوق کو سمجھنے اور اس کے مطابق اپنی دنیا بنانے کی جو کوششیں ہوئیں، اگر ان میں ایمان اور انصاف کو بنیاد کا پتھر مان لیا گیا ہوتا تو آج ہماری زندگی کے سامنے ہزاروں مشکل چیلنجز لازمی طور پر نہیں ہوتے۔ مگر ہماری دنیا اب بھی روٹی، کپڑا اور مکان کے مسئلوں میں شدت کے ساتھ الجھی ہوئی ہے۔ عزت و آبرو سے جینا اور اپنے سماجی، معاشی اور ثقافتی حقوق کے ساتھ سرگرم سفر رہنا آج کی دنیا میں ایک مشکل نشانہ بن گیا ہے۔ ایسا اس لیے بھی ہوا کہ تمام مذاہب اور بڑے بڑے فلسفیوں یا مصلحین کی خدمات کے بعد بھی ہماری دنیا انصاف کے راستے پر چلنے کا بھلے دکھاوا کرتی ہو مگر اسے اس دنیا کے فروغ اور تعمیر و تشکیل سے کوئی خاص مطلب نہیں ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ دنیا کے ایک بڑے حلقے میں might is right کا تصور زیادہ عام ہے یعنی جس کی لاٹھی، اس کی بھینس۔ اگرچہ یہ پرانی دنیا کا بھی استحصال کے لیے سب سے سنہرا اصول تھا مگر ہمارے زمانے میں یہ بہت سارے اسباب اور سیاسی و سماجی اصول و ضوابط اور غمزہ و غازہ کے ساتھ رونق افروز ہے جس کے سبب ہماری مشکلات کم نہیں ہوتی ہیں اور دنیا کے حسن کا وہ خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہوتا ہے جس کے لیے ہم سب محوِ تمنا رہے ہیں۔

مَلوکیت اور جاگیر دارانہ سماج سے نکل کر جمہوریت کی دہلیز تک پہنچنے میں ہماری دنیا کو نہ جانے کتنے امتحانات سے گزرنا پڑا۔ سب سے بڑا امتحان تو استعماریت سے مقابلے ہی کا تھا جب انگریزی راج کا سورج ڈوبتا ہی نہیں تھا۔ ہر جگہ لوگوں نے اپنی جانوں کی قربانیاں دیں، جہالت اور طبقوں میں بنٹے سماج نے ہزار مشقتوں کے بعد یک جائی کا طَور سیکھا اور الگ الگ جگہوں پر استعماریت سے مقابلہ کرتے ہوئے برطانوی سورج کو زوال کے مراحل تک پہنچانے میں کامیابی حاصل کی۔ یہ صبر آزما کام تھا مگر دنیا کے ہر خطے میں اپنی استطاعت بھر کوششوں سے عوام نے اپنے حصے کی تھوڑی آزادی اور نئی زندگی کے کچھ خواب پانے میں کامیابی حاصل کی۔ مذہبی اور انگریزی حکومتوں کے جبر کے خلاف جمہوریت اور جگہ جگہ مارکسزم نے عوامی زندگی میں وہ طاقت بھرنے کی کوشش کی جس کی بہ دولت بنی بنائی دنیا پر ہم نے سوالات قایم کیے، اپنے حقوق اور فرائض کے توازن کی تلاش کی۔ مساوات اور آزادی کا پرچم لہراتے ہوئے ہمیں دنیا نے دیکھا اور یہ بھی ہوا کہ ہر جگہ مقامی کوششوں سے اپنی حکومتیں بنانے کے راستے بھی ہم وار ہوئے۔ گذشتہ سو برسوں کی تاریخ میں اکثر و بیش تر مُلکوں میں جمہوریت اور مقامی انتظام اور حکومت کے اہتمامات اس بات کا اظہار یہ ہیں کہ استعماریت کی ماری ہوئی دنیا میں نئے انداز سے جینے کے چلن کو باضابطہ طور پر آزمانے میں بہت حد تک دنیا کو کامیابی ملی۔ شاید اسی لیے یہ سوچنا غلط نہ تسلیم کیا جائے کہ گذشتہ سو برس کی دنیا یوروپی استعمار سے نجات اور دنیا بھر کے مُلکوں میں جمہوری اداروں کے قیام اور ان کے استحکام کی کوششوں سے عبارت ہے۔

جب جکڑن بہت پرانی ہو تو اس کی اصلاح میں بھی طرح طرح کی رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں۔ بدلی ہوئی دنیا میں بالخصوص تیسری دنیا کے مُلکوں اور ہندو پاک کی صورتِ حال پر توجہ دیں اور بالعموم عالمی سطح پر حالات کا جائزہ لیں تو یہ بات سمجھی جاسکتی ہے کہ اکثر ممالک میں آزادی اور بہتری کے لیے جو جِدّ و جُہد ہوئی، اُس کے نتائج ایسے ہرگز نہ ہوئے کہ اُس ملک یا اس قوم کے سارے دکھوں کا مداوا ہو سکے۔ فیض نے 'داغ داغ اُجالا' یا 'چلے چلو کہ وہ منزل ابھی نہیں آئی' کہہ کر برصغیر میں آزادی کے ادھورے پن کو جو واضح کیا تھا، اس کا اطلاق ہر سماج اور ملک پر کم و بیش ہوتا ہے۔

جمہوریت نے مذہبی اور استعماری جکڑن سے آزادی تو دلائی تھی مگر تعلیم اور تہذیب یافتہ سماج کے مزاج کو پانے میں ابھی ہم بہت دور تھے۔ استعمار پر سب سے بڑی تنقید تو یہی ہے کہ اُس نے سماج میں آزادی اور ترقی یافتگی کی نمو پذیری ہی روک رکھی تھی۔ غلامی کے عتابات میں ہم احساس کی سطح پر بھی مردہ ہوتے چلے گئے تھے۔ ایک مثالی سماج جس کے بارے میں تمام مذہبی کتابوں میں ہزاروں باتیں درج ہیں اور یونان سے لے کر فرانس تک مفکرین نے بار بار ہمیں بہت سارے حقیقی اصول بتائے جن کے نفاذ سے پہلے ہماری سوسائٹی شریفانہ لباس میں انصاف اور ترقی کے پیمانے لٹا نہیں سکتی تھی۔ اسی لیے ہماری آزادیاں، ہماری ترقیاں اور ہماری زندگیاں ہزار رکاوٹوں کی وجہ سے جمہوریت کے اس خوش ذائقہ اور تازہ پھل سے آج تک برائے نام ہی آشنا ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کو بدلنے اور انسانیت کو اس کی حقیقی منزل تک پہنچانے کے ہم نے جو وسائل منتخب کیے، وہاں تک ہم پہنچ نہیں پائے جس کا نشانہ مقرّر کیا گیا تھا۔ اس کے نتیجے میں اگر جدید دنیا کے مسائل کی ایک مختصر فہرست بنائی جائے تو وہ کچھ اس طرح ہوسکتی ہے: غربت اور اِفلاس، بے روزگاری، عدم مساوات، محروم طبقات کے لیے ہم دردانہ جذبے کا فقدان، مواقع کی حصولیابی میں غیر انصاف پسندانہ رویہ، حکومتوں کا غیر حسّاس اندازِ نظر، خواتین کا استحصال اور مواقع کی تقسیم میں عدم مساوات، بچّوں کے لیے غیر شفقت آمیز رویہ، بزرگوں کے لیے غیر محبوبانہ اور سفّاکانہ رویہ، ہجرت در ہجرت کے مسائل، پڑوسی ملکوں سے بالعموم رسّا کشی، ہر قوم کے اندر پرت در پرت اختلافات اور تفوّق کی جنگ، مذہبی اور برادرانہ یا قبائلی بنیادوں پر شدید اختلافات، طاقت ور ملکوں کی ہَوس کارانہ توسیع پسندی، عالمی بازار میں طاقت ور ملکوں اور کمپنیوں کا دبدبہ، دنیا کی ہر حکومت کا رفتہ رفتہ غیر جواب دہ ہو جانا، کسانوں کے لیے تعظیم کا جذبہ نہیں ہونا، محنت کش طبقے کے لیے منصفانہ رویّے کی کمی، انتظامیہ کا شُترِ بے مہار ہو جانا، پولیس کا غیر انسانی اور سفّاک چہرا، عدالتوں کا حد سے آگے نکل کر فیصلے دینا اور ججوں کا اپنے مفاد میں کام کرنا، امن اور فلاح کے عالمی اداروں پر سوالیہ نشانات کا قایم ہونا، صارفیت کا زور، بازار کی فوقیت، سیاسی سطح پر عام آدمی کی وکالت کے لیے کسی کا آگے نہیں آنا، عوامی مفاد کے لیے عام سماجی پہل کا بہ تدریج کم ہونا، مذہبی اداروں کا عوامی فلاح کے کاموں سے بے رُخی برتنا، قبائلی اور روایتی تہذیبوں کی حفاظت سے گریز، ماحولیات کے قومی اور عالمی مسائل، جنگی ہتھیاروں کی خرید و فروخت کا سرگرم بازار، ترقی یافتہ ممالک اور ان کے بڑے مالی اداروں کی کم زور ممالک کو قرض دے کر الگ انداز کی غلامی میں ہمیشہ کے لیے ڈبو دینا وغیرہ وغیرہ، نئی دنیا کے یہ مسائل محض نمونے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہندستان سے لے کر برازیل تک کسی ملک کو سامنے رکھیے تو یہ مسائل اپنے آپ واضح ہو جائیں گے۔ ہر ملک کے مقامی مسائل ان سے الگ ہیں۔ وہ ملک جو پس ماندہ اور غیر ترقی یافتہ ہیں، وہاں تو جینے کے بھی شدید مسائل ہیں۔ جنوب ایشیا کے ممالک بھی افریقی ملکوں سے قطعاً مختلف نہیں ہیں۔ سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ان سماجوں میں جو جس سطح پر ہے، وہیں ہارا ہوا اور شکست خوردہ نظر آتا ہے۔ سماج میں جتنے حلقے آپ تیار کریں، جب بہ غور دیکھیں گے تو ایک خوف کا ماحول ہے۔ صرف مذہبی نفرت کے مارے لوگ نہیں ہیں۔ سیاسی نفرت الگ ہے، ترقی یافتہ کی نفسیات اور اس کا جبر الگ ہے۔ جو کم زور ہے، اس کے تئیں مستحکم آبادیوں کا سلوک مختلف ہے۔ جو تعلیم یافتہ ہے، اس کا انداز غیر تعلیم یافتہ کے تئیں مختلف ہے۔ جو حکم راں طبقے سے تعلق رکھتے ہیں، ان کا سلوک غیر حکم راں طبقے سے مختلف معلوم ہوتا ہے۔

ہر دور کا ادب کمزوروں کی طرف داری، محروموں کے تئیں حسنِ سلوک اور ضرورت مندوں کے لیے معاون رول انجام دیتا رہا۔ ظالم کے خلاف محاذ قایم کرنا، مظلوم کی صفوں میں شریک ہو کر باطل سے مقابلہ کرنا اور درد و غم میں ڈوبے ہر طبقے کی زندگی کو لفظوں کی قبا عطا کرنا جیسے اوصاف نے اردو کو برصغیر کی بڑی زبان بننے میں معاونت ادا کی ہے۔ عہدِ قدیم سے لے کر ہمارے زمانے تک کے ادب میں صالح انسانی اقدار کی جو تعبیر و تشریح ہوتی رہی ہے، اس میں بھی ہمیشہ انسان کے مستقبل کو بہتر بنانے اور موجودہ زندگی کی مشکلات سے اسے باہر نکالنے کی ایک ادبی اور فلسفیانہ مہم نظر آتی ہے۔

# تعلیم گاہ کو نفرت سے بچانا ضروری!

جاوید اختر بھارتی

ہمارا ملک بھارت ایک طرف چاند پر کمندیں ڈال رہا ہے پوری دنیا بھارت کی تعریف کرنے کے لئے اور بھارت کو مبارکباد پیش کرنے کے لئے مجبور ہے خود ہندوستان میں لوگ ذات برادری و مذہب سے اوپر اٹھ کر قومی تہوار کے انداز میں خوشیاں منا رہے ہیں اور ایک دوسرے کو مبارکباد پیش کر رہے ہیں لیکن ملک میں ایسے شر پسند عناصر بھی ہیں جن کو یہ سب کچھ آسانی سے ہضم نہیں ہوتا وہ دن رات مذہبی منافرت کی آگ میں جلتے بھنتے رہتے ہیں وہ کبھی انسانیت کی بنیاد پر نہ سوچتے ہیں اور نہ ہی انسانیت کے فروغ کے لئے دو قدم چلتے ہیں ان کی آنکھوں پر ہندو مسلم کی عینک چڑھی رہتی اور اسی نفرت و تعصب کی دین ہے کہ کب کہاں کس کا دماغ خراب ہو جائے گا اور انسانیت کی دھجیاں اڑانے میں مصروف ہو جائے گا نفرت کا اظہار کرنا شروع کر دے گا،، کبھی اذان پر اعتراض تو کبھی نماز پر اعتراض، کبھی مساجد نشانے پر تو کبھی مدارس نشانے پر، کبھی مذہبی کانفرنس و سمیلن کے نام پر نفرت انگیزی تو کبھی جلوس نکال کر مسلمانوں کے خلاف نعرے بازی تنگ آکر مسلمان اپنا دفاع بھی کرے تو جرم ہو جاتا ہے پھر گرفتاریاں ہوتی ہیں مکانوں اور دکانوں کو بلڈوزر سے ڈھا دیا جاتا ہے دن بدن فرقہ پرستی کا ننگا ناچ بڑھتا ہی جا رہا ہے فرقہ پرستوں کے ذریعے ملک کی فضا کو زہر آلود بنایا جا رہا ہے اور حکومت سب کچھ دیکھ رہی ہے اور تماشائی بنی ہوئی ہے بلکہ اب تو لگتا ہے کہ حکومت فرقہ پرستوں کی حوصلہ افزائی کر رہی ہے تبھی تو کبھی ہجوم کی شکل میں کسی کو موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے، کبھی ٹرین میں سفر کے دوران فائرنگ کر کے خون خرابہ کیا جاتا ہے کبھی کانوڑ یاترا نکال کر مسجد کے قریب زہر افشانی کی جاتی ہے اور مسلمانوں پر پتھر پھینکنے کا جھوٹا پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے اور مسلمانوں کی بستی کو آگ لگا دیا جاتا ہے تو کبھی کسی غریب اور کمزور کے چہرے پر پیشاب کر دیا جاتا ہے اگر آج سے حکومت منصفانہ کاروائی شروع کر دے تو ملک کی تصویر بدل جائے گی اور بھارت امن و امان کا گہوارہ بن جائے گا لیکن افسوس کی بات ہے کہ ملک کے آئین کے تحت ہندوستان کی سرزمین پر پیدا ہونے والے اور سانس لینے والوں کے تحفظ کیلئے اور ملک کو فرقہ پرستی سے پاک کرنے کے لئے ٹھوس قدم نہیں اُٹھایا جاتا جس سے نفرت بڑھتی جا رہی ہے اور اس مقام تک نفرت کی چنگاری پہنچ گئی کہ جہاں سے نفرت کی آگ کو بجھانے کی تعلیم بھی دی جاتی ہے اور تربیت بھی کی جاتی ہے۔

حال ہی میں اتر پردیش کے ضلع مظفر نگر کے ایک اسکول میں ایک چھوٹے بچے کو اسکول کی ٹیچر ترپتا تیاگی نامی خاتون نے دوسرے بچوں سے تھپڑ مروایا کلاس میں جس بچے کو طمانچہ مروایا گیا وہ بچہ مسلم ہے اور جن بچوں سے تھپڑ مروایا گیا وہ بچے ہندو ہیں جب ویڈیو وائرل ہوا تو پورے ملک میں غم و غصے کا اظہار ہونے لگا تو چند چاپلوس اسکولی بچوں کو گلے ملوانا شروع کر دیتے ہیں جبکہ ہندو بنام مسلم اسکول کے بچوں میں تو دشمنی تھی ہی نہیں تو پھر مارو گھٹنا پھوٹے سر والا قدم کیوں اٹھایا گیا چوٹ سر میں لگے اور ٹانکا پیٹ میں لگایا جائے کیا اس طرح مرض کا علاج ہوسکتا ہے ہرگز نہیں،، اس خاتون ٹیچر ترپتا تیاگی کے دل و دماغ میں مسلمانوں کے تئیں اس قدر نفرت بھری ہوئی ہے کہ کوئی بچہ آہستہ سے طمانچے مارتا ہے تو کہتی ہے کہ تمہارے ہاتھوں میں طاقت نہیں ہے باری باری سب مارو اس مسلم لڑکے کو اور زور زور سے مارو میں مسلمانوں کو اور مسلمانوں کے بچوں کو دیکھنا نہیں چاہتی،، یہ تو سچ ہے کہ تم مسلمانوں کو دیکھنا نہیں چاہتی لیکن تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ تم ایک اسکول کی ٹیچر ہو جبکہ ملک کی آزادی کے بعد سب سے پہلا وزیر تعلیم ایک مسلمان ہی ہوا تھا جس کا مقام و مرتبہ اتنا بلند ہے اور تحریک آزادی میں وہ کردار ہے کہ تم ان کے پیروں کی خاک کے برابر بھی نہیں ہوسکتی اس مایہ ناز شخصیت کو مولانا ابوالکلام آزاد کے نام سے جانا جاتا ہے اور یاد کیا جاتا ہے دوسری شخصیت جس نے ملک کو ایٹمی طاقت دی جنہیں اے پی جے عبدالکلام کے نام سے جانا جاتا ہے تمہیں مسلمانوں سے نفرت ہے اور نفرت کی چنگاری تمہاری آنکھوں میں تعصب کی عینک بنی ہوئی ہے تبھی تو تم نے دہشت گردی والا کام کیا ہے ورنہ اسکول جہاں اچھائی اور برائی کی پہچان کرائی جاتی ہے، چھوٹے اور بڑے کا ادب و احترام سکھایا جاتا ہے، جہاں جینے کا سلیقہ بتایا جاتا ہے درسگاہ میں بچے استاد کا کنبہ مانا جاتا ہے اور کنبے کو اچھی تعلیم دی جاتی ہے اور بہترین تربیت کی جاتی ہے اور یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ بچے ملک کے مستقبل ہیں اور ملک کا مستقبل روشن رکھنا سب کی ذمہ داری ہے، (بقیہ صفحہ:۱۲؍پر)

# ہمارے معاشرہ میں ساس بہو کا رشتہ

**محمد ہاشم القاسمی**

زندگی کا اصل حسن رشتوں کا تقدس اور احترام ہے۔ والدین، چچا ماموں، خالو، پھوپھا، اور بہن بھائیوں کے علاوہ بھی زندگی میں ایسے نازک اور اہم رشتے بھی ہوتے ہیں جن کو ایک خاص تناظر میں ساتھ لے کر چلنا ہوتا ہے اور وہ ہیں ''سسرالی رشتے''۔ ہمارے معاشرے میں مرد اس رشتے کو نہایت حسن وخوبی اور فراخ دلی کے ساتھ نبھانے میں تو کامیاب نظر آتے ہیں، دلہن کی والدہ (خوشدامن / ساس) دلہن کے والد (خسر/سسر) دلہن کے بھائی (سالے) دلہن کی بہن (سالیاں) دلہن کے دیگر رشتہ داروں یہاں تک کہ دلہن کی سہیلیوں کے ساتھ بھی حسن سلوک اور بلند اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہیں اور ایک کامیاب مرد کا کردار ادا کر لیتے ہیں، مگر اس معاملہ میں زیادہ تر عورت کو ان رشتوں سے نباہ کرنا مشکل پڑتا ہے۔ شادی کے بعد عورت کا سب سے زیادہ واسطہ اور تلخ تجربہ اپنے گھر میں ''ساس'' یعنی شوہر کی ماں سے ہی پڑتا ہے۔ اکثر گھرانوں میں شادی کے کچھ ہی دنوں کے بعد ساس، بہو کے جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں . بہو اگر اپنی ساس کو ماں سمجھ کر اس کے ساتھ حُسنِ سلوک روا رکھے تو زندگی پر سکون گزر سکتی ہے، ذرا سوچیں کہ ایک معاشرے کی تشکیل میں اس کی تعمیر کے وقت اپنی خوشیاں، اپنی ذات اور اپنی پہچان بھلا دینے والی اور اپنی ہستی مٹا کر گھر کی شناخت کو ترجیح دینے والی کون ہوتی ہے؟ دنیا جانتی ہے کہ وہ فرد اور کوئی نہیں صرف ماں ہوتی ہے۔

اپنی سوچ اور نت نئے خوابوں کا گلا گھونٹ کر معاشرے کے لگے بندھے اصولوں کی آبیاری کرنے والی، اپنی خواہشوں کو بھول کر رشتوں کی ترجیحات میں درجہ بندی کرتے ہوئے اپنے آپ گنوانے والی، اپنی عمر کی نقدی دوسروں کی ضروریات پر خرچ کرنے والی اور اپنی ذات کو مٹا کر دوسروں کو پہچان دینے والی کون ہوتی ہے؟ کسے نہیں معلوم وہ دنیا کی عظیم الشان ہستی ماں ہوتی ہے۔ اپنی قطرہ قطرہ کشید کی ہوئی خواہشوں کا رس اپنوں کی پیاس کے صحرا پہ لٹا دینے کا ظرف رکھنے والی ماں کا یہ کردار، ایثار، قربانی اور بے مثال محبت کا انمول کردار ہوتا ہے . وہ ماں ہزاروں لڑکیوں کو چھوڑ کر اپنے لختِ جگر بیٹے کے لئے تمہارا اپنے بیٹے کی بیوی کی نسبت سے انتخاب کر کے معاشرے کے تمام نیتی رواج کا احترام کرتے ہوئے لاکھوں روپے خرچ کر کے اپنے دل میں لاکھوں ارمان لئے تم کو اپنے گھر بیاہ کر لاتی ہے . لہٰذا ایک بہو کا فریضہ بنتا ہے کہ وہ مادیت اور مغربی تہذیب سے بے پرواہ ہو کر مشرقی تہذیب کی تحت اپنی نئی زندگی کی شروعات کچھ اس طرح کرے کہ دیکھنے والے دیکھیں کہ آج کے دور میں لڑکیاں ہر رشتے کو نبھانے کی بھرپور صلاحیت رکھتی ہیں وہ کوشش کرتی ہیں خواہ وہ رشتہ بیوی کا ہو، بہو کا ہو، بھابھی کا ہو، دیورانی کا ہو یا پھر جٹھانی کا۔ وہ اپنے اچھے رویے اور رکھ رکھاؤ سے سسرال میں نام اور جگہ پیدا کر سکتی ہیں، حقیقت یہی ہے کہ میاں بیوی کا باہمی اور اسی طرح سسرالی رشتہ حسنِ اخلاق، حسنِ معاشرت اور ہمدردی وایثار کے جذبہ سے ہی چل سکتا ہے، شریعتِ مطہرہ نے میاں بیوی کے حقوق میں توازن برقرار رکھا ہے اور حسنِ معاشرت کا حکم دے کر یہ واضح کیا ہے کہ میاں بیوی کا رشتہ باہم اخلاقیات اور ایثار و ہمدردی سے چلتا ہے، نہ کچھ چیزیں بیوی کے ذمہ لازم کیں، اور نہ ہی کچھ چیزیں شوہر کے ذمہ لازم کیں ہیں، لیکن حسنِ معاشرت کے باب میں دیانۃً اور اخلاقاً یہ چیزیں دونوں کی ایک دوسرے پر لازم ہیں۔

لہذا عورت کے ذمہ ساس کی خدمت اگرچہ شرعاً واجب نہیں ہے، لیکن اَخلاقی طور پر عورت کو اِس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ وہ اُس کے شوہر کی ماں ہے، جس طرح اپنی ماں کی راحت کا خیال رکھتی ہے اسی طرح شوہر کی ماں کی خدمت اور اُن کو راحت پہنچانا اُس کی اخلاقی ذمہ داری میں شامل ہے۔ لیکن اس میں یہ پہلو بھی پیشِ نظر ہونا چاہیے کہ شوہر اپنی بیوی کو اپنے والدین کی خدمت پر یا ساس کا اپنی بہو کو خدمت پر مجبور کرنا اور اس پر ظلم جبر کرنا درست نہیں ہے، (بلکہ خود شوہر پر اپنے والدین کی خدمت کرنا ضروری ہے) یعنی دونوں طرف اعتدال کی ضرورت ہے، ساس کو چاہیے کہ وہ اپنی بہو کو اپنی بیٹی کی طرح سمجھے، اور اس کے دکھ درد میں شریک ہو، اور بہو کو چاہیے کہ وہ ساس کو اپنی ماں کی طرح سمجھے اور اس کی خدمت کو اپنے لیے دنیا وآخرت کی سعادت سمجھے، اس سے گھریلو زندگی میں خوش گوار ماحول پیدا ہوگا، اور میاں بیوی کا ازدواجی رشتہ پائیدار اور مستحکم ہوگا۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ''جب تک ساس خسر زندہ رہیں ان کی خدمت کو، ان کی تابعداری کو فرض جانو، اور اسی میں اپنی عزت سمجھو، اور ساس نندوں سے الگ ہو کر رہنے کی ہرگز فکر نہ کرو، ساس نندوں سے بگاڑ ہو جانے کی یہی جڑ ہے، خود سوچو کہ ماں باپ نے اسے پالا پوسا اور بڑھاپے میں اس آسرے پر اس کی شادی بیاہ کیا کہ ہم کو آرام ملے اور جب بہو آئی، ڈولے سے اترتے ہی یہ فکر کرنے لگی کہ میاں آج ہی ماں باپ کو چھوڑ دیں۔۔۔ جو کام ساس نندیں کرتی ہیں تو اس کے کرنے سے عار نہ کرو، تم خود بے کہے ان سے لے لو اور کر دو، اس سے ان کے دلوں میں تمہاری محبت پیدا ہو جائے گی''۔ (بہشتی زیور، حصہ چہارم، نکاح کا بیان)

ساس اور بہو کا یہ جھگڑا دراصل ملکیت کا ہوتا ہے، اور دونوں عورت خواہ ساس ہو یا بہو کے اندر احساس ملکیت اس قدر شدید ہوتا ہے کہ اس میں شراکت برداشت کرنا اس کے لیے قابل قبول نہیں ہوتا۔ بیوی کی حیثیت سے جس طرح وہ سوتن کو دیکھتی ہے، اسی طرح ساس کی حیثیت سے وہ بہو کو برداشت کرنے کے لیے بڑی مشکل سے تیار ہوتی ہے۔ جب گھر میں ایک عورت بہو بن کر آتی ہے، تو بیٹے کے وقت اور مال و دولت میں بھی شریک بنتی ہے۔ پھر یہ بات بیٹے کی ماں یعنی ساس کے لیے برداشت کرنا ذرا مشکل ہو جاتا ہے۔ اگر بہو نرم اور ٹھنڈے مزاج کی مالک ہے تو وہ ابتدائی سختیوں کو آسانی سے سہہ جاتی ہے، اور ساس کی سخت سست کو برداشت کرتی رہتی ہے، لیکن اگر تنک مزاج ہے تو بس جوابی کارروائیاں بھی شروع ہو جاتی ہیں، پھر تکرار میں جانبین کی آواز تیز اور تلخ ہوتی جاتی ہے جن کا انجام کبھی اچھا نہیں ہوتا۔ پھر آپس میں محبت اور خلوص کے بجائے اگر دیکھا جائے تو اس رشتے میں حسد کا جذبہ بھی فعال کردار ادا کرتا ہے۔ انسان میں احساس ملکیت، سوچ، تکبر اور تکبر کے بعد حسد کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ ساس اور بہو کے درمیان ہونے والے تنازعات میں اگر بہو ساس کو ماں کے برابر عزت دے جب کہ ساس بہو کو بیٹی کا درجہ دے تو ان لڑائی جھگڑوں میں پچاس فیصد کمی لائی جا سکتی ہے۔ ساس اور بہو کے درمیان چھوٹی موٹی نوک جھونک تو روزمرہ کا معمول ہے لیکن اس حد تک نہیں ہونی چاہیے کہ معاملہ لڑائی جھگڑے تک پہنچ جائے۔ ساس بہو کا رشتہ ایک مقدس رشتہ ہے اگر حقیقت میں اس رشتے کو پہچان لیا جائے تو ہر قسم کی قباحتیں ختم ہو جائیں گی۔ ہماری بدقسمتی ہے کہ بہو ساس کو ماں کا درجہ نہیں دے پاتی اور ساس کا رویہ بھی شفیق ماں جیسا نہیں رہتا۔ خاندانی سسٹم کو بہتر انداز میں چلانے کے لیے ضروری ہے کہ ساس اور بہو ایک دوسرے کے مسائل کو سمجھیں گھروں میں ساس اور بہو کی لڑائیاں زیادہ تر ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لیے ہوتی ہیں۔ اگر خاوند اپنی بیوی کو ایک دائرہ کار میں رکھے اور خود ماں کا احترام کرتے ہوئے بیوی کو گھر میں والدہ کے مقدم ہونے کا احساس دلاتا رہے تو اس سے گھریلو ماحول میں نہ صرف توازن پیدا ہوگا بلکہ اس کے بچوں پر بھی مثبت اثرات مرتب ہوں گے۔ گھروں میں زیادہ تر جھگڑے اس لیے ہیں کہ ہم اسلامی تعلیمات سے دور ہوتے جا رہے ہیں اپنی حدود میں رہیں تو یہ جھگڑے ختم ہو سکتے ہیں۔ والدین جن کی ساری عمر بیٹے کی پرورش اور تعلیم پر صرف ہو جاتی ہے، بیٹے کی شادی کے بعد ان کی اولین خواہش ہوتی ہے کہ آنے والی بہو ان کی خدمت کرے۔ اگر اس وقت بیٹا اس بیوی کی باتوں میں آ کر والدین کی نافرمانی شروع کر دے تو والدین کے لیے یہ ناقابل برداشت ہو جاتا ہے، جس سے گھریلو ماحول میں عدم توازن پیدا ہونا یقینی بات ہے۔ اکثر گھرانوں میں ساس اپنی بہو سے یہ توقع رکھتی ہیں کہ وہ ان سے بھی اسی شدت سے محبت کرے جس طرح وہ اپنے والدین سے کرتی ہے اور ہر بات پر اپنی بہو کا مقابلہ اپنی بیٹی سے کرتی ہے، اسی طرح بہویں بھی اپنی ساس سے یہ توقع کرتی ہیں کہ وہ اسی ممتا بھری محبت کا اظہار ان سے کریں جیسا وہ اپنی بیٹی سے کرتی ہیں اور اپنا مقابلہ اپنی نند سے کرتی ہیں۔ ایسی صورت میں دونوں کو مایوسی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، کیوں کہ یہ سوچ اور توقعات غیر فطری اور غیر حقیقت پسندانہ ہیں اور ایسی توقعات نہ پوری ہونے کی صورت میں ساس بہو کے تعلقات میں مایوسی کے ساتھ ساتھ کشیدگی اور تناؤ پیدا ہوتا ہے، جو بڑھ کر دونوں کے درمیان فاصلے پیدا کر دیتا ہے۔ ساس اور بہو کو اس حقیقت کا احساس دلانے کی ضرورت ہے کہ خونی رشتوں کا مقابلہ تعظیمی رشتوں سے کرنا حقیقت پسندی نہیں۔ ساس اور بہو کے رشتے اور تعلقات کا انحصار ایک دوسرے برتاؤ پر منحصر ہے۔ اگر دونوں ایک دوسرے کا مقام ومرتبہ تسلیم کریں، ایک دوسرے کے ساتھ عزت اور محبت سے پیش آئیں، ایک دوسرے کی ضروریات اور احساس کا خیال رکھیں اور دکھ سکھ میں شریک رہیں تو یہ رشتہ مضبوط، پائدار اور مثالی ہو جاتا ہے، اور کبھی کبھی یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ یہ رشتہ خونی رشتہ پر بھی سبقت لے جاتا ہے۔ ہر رشتہ محبت، اخلاق، سامنے والے کا خیال رکھنے اور قربانی سے مضبوط ہوتا ہے اور اس میں پہل بہو کی جانب سے ہونا زیادہ موثر ہے، کیوں کہ وہ سسرال میں باہر سے آتی ہے اور اپنے حسن سلوک اور بلند اخلاق سے اپنی جگہ بناتی ہے۔ اس کے برخلاف یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ محبت نچھاور کرنے کی شروعات ساس کی جانب سے ہونی چاہیے اس لئے کہ وہ اس کے بیٹے کی بیوی ہے۔ اگر وہ بہو کو بیٹی کی طرح محبت دے تو توقع ہی نہیں یقین کیا جا سکتا ہے کہ بہو بھی بیٹی جیسا برتاؤ کرے گی، دوسری اہم بات یہ ہے کہ شروع ہی سے بہت زیادہ توقعات وابستہ نہیں کرنی چاہئیں تا کہ بعد میں مایوسی اور شکوے شکایات نہ ہوں۔ کسی بھی بہو کا یہ ذہن بنا لینا کہ اب میرا اپنی ساس سے نبھا نہیں ہو سکتا، آگ پر تیل ڈالنے کے مرادف ہوگا اور معاملے کو مزید بگاڑ دے گا، اور اگر بہو ہی اپنا ذہن تبدیل کر لے اور اپنے رویّے میں تھوڑی بہتری لے آئے تو حیران کن نتائج سامنے آ سکتے ہیں۔

ایک گھریلو سروے کے مطابق 50٪ فیصد لوگوں نے ان لڑائی جھگڑوں کی وجہ ساس کو قرار دیا ہے جب کہ 40٪ فیصد نے کہا ہے کہ ان جھگڑوں کی وجہ بہو ہوتی ہے، اور 10٪ فیصد لوگوں نے ان جھگڑوں کا ذمہ دار لڑکے یعنی شوہر کو قرار دیا ہے۔ ماہر نفسیات کا کہنا ہے کہ دراصل ہمارے معاشرے میں جب ایک لڑکی کی شادی ہوتی ہے تو وہ اپنے شوہر کے ساتھ مل کر صرف ایک نئی زندگی کا آغاز نہیں کر رہی ہوتی ہے، بلکہ وہ ایک خاندان کا حصہ بن کر اسے اپنی زندگی کا نئے سرے سے آغاز کرنا پڑتا ہے۔ ہر خاندان کے اپنے طور طریقے اور ملنے جلنے کے آداب ہوتے ہیں۔ معاملات طے کرنے کا اپنا اپنا انداز ہوتا ہے۔ آنے والی لڑکی خواہ وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو، اس کا پس منظر بالکل علیحدہ ہوتا ہے۔

جب لڑکی اس حقیقت کو نظر انداز کر کے اپنے انداز سے زندگی گزارنا چاہتی ہے تو دراصل یہی لڑائی کی اصل وجہ ہوتی ہے۔ اس لئے تمام والدین کو چاہیے کہ وہ اپنی بیٹی کی پرورش اس انداز سے کریں کہ وہ سسرال کو پرایا گھر نہ سمجھے بلکہ اپنا گھر سمجھے لیکن آج کل ہمارے ہاں لڑکیوں کے لیے والدین کی تربیت میں کمی واقع ہو گئی ہے۔ انسان اپنی مختصر سی زندگی میں برداشت اور تحمل سے کام لیتے ہوئے تمام رشتوں کے تقدس اور ان کے حقوق کی پاس داری کرے۔ آپس میں محبت اور سلوک سے مل جل کر رہنے کا لطف اٹھائے تو یہی کامیاب زندگی ہے۔ لڑائی جھگڑے کرنے اور ایک دوسرے کے حقوق غصب کرنے والے نہ خود چین اور سکون سے رہ پاتے ہیں اور نہ دوسروں کو رہنے دیتے ہیں۔ آخر میں سوائے باہمی نفرت کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔


## امارت پبلک اسکول کے لیے

### عربی، اردو، انگریزی اور حساب کے لئے تجربہ کار اور باصلاحیت اساتذہ کی ضرورت

حضرت امیر شریعت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب مدظلہ العالی کی ہدایت پر امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کے اسکولوں میں عربی، اردو، انگریزی اور حساب پڑھانے کے لئے باصلاحیت اساتذہ کی ضرورت ہے جو عربی، اردو، انگریزی اور حساب پڑھانے پر دسترس رکھتے ہوں اور امارت شرعیہ کی فکر اور مزاج سے ہم آہنگ بھی ہوں۔ خواہش مند امیدوار اپنے ہاتھوں لکھی درخواست، بایوڈاٹا، اسناد کی فوٹو کاپی اور موبائل نمبر کے ساتھ ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کے پتہ پر 30؍ستمبر 2023 تک ارسال کریں۔ ساتھ ہی درج ذیل ای میل ایڈریس پر بھی بھیج دیں۔ انٹرویو کی تاریخ سے بعد میں بذریعہ فون مطلع کیا جائے گا۔ منتخب امیدوار کو امارت شرعیہ کے ذریعہ چلنے والے اسکولوں میں سے کسی بھی اسکول میں بھیجا جا سکتا ہے۔

**ڈاک کا پتہ:** ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ، بہار۔ 801505

**ای میل آئی ڈی:** nazimimaratshariah@gmail.com

# اسلام کا مطلوب اجتماعی نظام

**مفتی رضوان اللہ لدھیانوی**

**اجتماعی نظام کی اہمیت:** اس نیلگوں آسمان کے نیچے اور وسیع وعریض دھرتی کے اوپر اللہ رب العزت نے کائنات کا جونظام بنایا ہے وہ اجتماعی نظام کا مظہر ہے، چاند اور سورج کا نظام بھی فلکی محور کے گرد ہی گردش کرتا ہے، وہ اس محور سے سرمو انحراف نہیں کرتا، ارشاد ربانی ہے: ترجمہ اور سورج اپنی مقررشدہ منزل تک چلتا رہتاہے، یہ نظام بہت غالب زبردست ، بے حد علم رکھنے والی ذات کا بنایا ہوا ہے۔اور چاندکی ہم نے منزلیں مقررکی ہیں یہاں تک کہ وہ ان سے گذرتا ہوا اپنی پرانی ٹہنی کی طرف لوٹ کرآجاتا ہے۔نہ سورج کے بس میں ہے کہ وہ چاندکو جاپکڑے اورنہ رات دن پرسبقت لے جاسکتی ہے،سب اپنے مدار میں گھومتے رہتے ہیں(پ:۲۳،سورۃ یٰسین:۳۸۔۴۰)

یہ نظم اس قدر مضبوط بندھنوں میں جکڑے ہوئے ہیں: کیا مجال کہ وہ مرکز ومدار سے الگ ہوسکیں،اسی طرح لازم ہے کہ ابنِ آدم بالخصوص امتِ مسلمہ ان ضابطوں کی پابندی کرے جو اس کی زندگی کے معاملات کو مضبوط، اور منضبط رکھتے ہیں؛ کیوں کہ انسان کے بگڑنے سے معاشرہ ہی نہیں؛ پورا نظام بگڑتا اور درہم برہم ہوجاتا ہے، اور اس کے سدھرنے،سنورنے سے سارے نظام میں نکھار اور استحکام پیدا ہوجاتا ہے، اس لئے شریعت اسلامیہ نے پراگندگی اور تفرد وانفراد کے بجائے منظّم اور اجتماعی زندگی گذارنے پر زور دیا ہے، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: ترجمہ اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرو آپس میں مت جھگڑو، کہیں تمہارے اند کمزوری نہ پیدا ہوجائے اور تمہاری ہوا اکھڑ نہ جائے اور صبر کے دامن کو تھامے رکھو(پ:۱۰،سورۃ انفال:۴۶)

**۱۔اجتماعی نظام کی بنیادیں:** قرآن کریم نے اتحاد واتفاق کو بامقصد بنانے کے لئے مضبوط بنیادیں فراہم کی ہے: ترجمہ اے ایمان والو! صبر کرو اور صبر کی ایک دوسرے کو تلقین کرتے رہا کرو، اور اسلامی سرحد کی نگہبانی کرتے رہو اور اللہ سے ڈرو تم کامیاب ہوجاؤ گے(پ:۴،سورۃ آل عمران:۲۰۰)۔

چناں چہ دین مبین پر عمل کرنے اور امت کے مسائل حل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اقتدار سے محروم ہونے کے باوجود ممکن حد تک امت کے نظام اجتماعی کی تشکیل کی جائے، نظام اجتماعی کے بنیادی فوائد دو ہیں: (۱)اجتماعی نظام کے ذریعہ دین کی تعلیمات پر مکمل عمل اور (۲)امت کے مسائل کا حل۔

امت کے نظام اجتماعی کی تعمیر کے لئے یہ ناگزیر ہے کہ اجتماعی نظام کا مفہوم ذہنوں میں واضح ہو، اسلام کا مطلوبہ اجتماعی نظام درج ذیل عناصر سے تشکیل پاسکتا ہے: (۱) منہاجِ نبوت پر نظام شرعی کا قیام؛ تاکہ مسلمانوں کے لئے صحیح شرعی زندگی حاصل ہوسکے (۲) اس نظام شرعی کے ذریعے جس حد تک ممکن ہو اسلامی احکام کو بروئے کار لانا اور اسکے اجراء و تنفیذ کے مواقع پیدا کرنا، مثلاً عبادات کے ساتھ مسلمانوں کے عائلی قوانین، نکاح، طلاق، میراث، خلع، اوقاف وغیرہ احکام کو انکی اصلی شرعی صورت میں قائم کرنا (۳) ایسی استطاعت پیدا کرنے کی مستقل جدوجہد جسکے ذریعے قوانینِ خداوندی کو نافذ اور اسلام کے نظامِ عدل کو قائم و جاری کیا جاسکے (۴) امتِ مسلمہ کے جملہ اسلامی حقوق ومفادات کا تحفظ اور ان کی نگہداشت (۵) مسلمانوں کو بلا اختلافِ مسلک محض کلمہ ''لا إلٰه إلاّ الله محمدالرسول الله'' کی بنیاد پر مجتمع کرنا؛ تاکہ وہ خدا تعالی کے احکام اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پر عمل کریں اور اپنی اجتماعی قوت ''اعلاء کلمۃ اللہ'' پر خرچ کریں (۶) مسلمانوں کو تعلیم، معاش اور ترقی کے میدان میں اسلامی نظامِ تعلیم اور اسلامی نظامِ تجارت کی روشنی میں رہنمائی دینا (۷) عام انسانی خدمت کے لئے رفاہی اور فلاحی ادارے کا قیام (۸) مسلمانوں کے حقوق، شریعت کے احکام اور اسلام کے وقار کو پوری طرح قائم اور محفوظ رکھتے ہوئے مقاصد شرع اسلام کی تکمیل کی خاطر، اسلامی تعلیم کی روشنی میں ہندوستان میں بسنے والے تمام مذہبی فرقوں کے ساتھ صلح وآشتی کا برتاؤ کرنا، ملک میں امن پسند قوتوں کو فروغ دینا اور تعلیم اسلامی ''لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام'' ترجمہ: نہ ابتداء کسی کو نقصان پہونچانا جائز ہے اور نہ بدلے کے طور پر نقصان پہونچانا جائز ہے، کی روشنی میں ملک کے مختلف مذہبی فرقوں میں ایک دوسرے کے حقوق کے احترام کا جذبہ پیدا کرنا، اور ہر ایسے طریق کار و تحریک کی ہمت شکنی کرنا جس کا مقصد ہندوستان میں بسنے والے مختلف طبقات میں سے کسی ایک کی جان و مال، عزت وآبرو، تصورات و معتقدات پر کسی دوسرے کی طرف سے حملہ ہو اور ایسی تمام تحریکات کو قوت پہونچانا جن کا مقصد ملک میں بسنے والی مختلف مذہبی اکائیوں کے درمیان ایک دوسرے کی جان ومال، عزت وآبرو کا احترام کرنا ہو اور فرقہ وارانہ تعصب ومنافرت کو دور کرنا ہو، ارکانِ اسلام میں سے ہر ایک کی صحیح ادائیگی اجتماعی توجہ چاہتی ہے مثلاً (الف) پہلا رُکن شہادت ہے، اس گواہی کا مطلوب درجہ شہادت علی الناس ہے، یہ کام اجتماعی توجہ اور منصوبہ بندی چاہتا ہے (ب) دوسرا رکن اقامت صلوٰۃ ہے، اقامت صلوٰۃ میں مساجد کا نظم اور نماز باجماعت کا اہتمام لازماً شامل ہے (ج) تیسرا رکن ایتائے زکوٰۃ ہے، زکوٰۃ کے مطلوب فوائد کے حصول کے لئے اُس کا اجتماعی نظم ضروری ہے (د) چوتھا رکن حج ہے، جو کعبہ کے سال بھر اپنی جگہ باقی رہنے کے باوجود صرف پانچ دن پوری دنیا کے مسلمانوں کے لئے مقرر کئے گئے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اجتماعی طور پر انہیں پانچ دنوں میں ادا کرنا ضروری ہے (ہ) ایک رکن صوم ہے، یہ گرچہ بظاہر انفرادی عبادت ہے لیکن؛ سارے مسلمانوں کے لئے رمضان کے مہینے کے تعیین نے اسے اجتماعی بنادیا ہے؛ چناں چہ رمضان کے دوران پورا مسلمان معاشرہ تقویٰ کے حصول کی اجتماعی کوشش کرتا ہے، اسی انداز میں دیگر فرائض دینی کی انجام دہی کے سلسلے میں غور وفکر کیا جاسکتا ہے۔

**۳-اجتماعی نظام کا دائرہ:** جس طرح اور جس قدر سماج میں جہاں اجتماعیت ممکن ہو قائم کرنے کی کوشش کی جائے گی؛ چناں چہ جب مسلمان مکہ مکرمہ میں مغلوبانہ زندگی گزار رہے تھے اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ''أَنْ أَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ'' (سورۃ شوریٰ:۱۳) ترجمہ: دین قائم کرو اور باہم اختلاف نہ کرو!، وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعاً وَّلَا تَفَرَّقُوْا ترجمہ: اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور باہم انتشار نہ کرو! یعنی جس طرح مدنی زندگی میں جو ''دارالاسلام'' کی زندگی تھی صریح الفاظ میں افتراق سے منع کیا گیا ہے، اجتماعی زندگی کی ہدایت دی گئی، باہمی مشاورت کے ذریعے کام کرنے کا حکم دیا گیا اور یہ تنبیہ کی گئی کہ اگلی امتوں کی طرح خدا کی طرف سے بینات ملنے کے بعد ''تفرق فی الدین'' اور پراگندگی کی زندگی اختیار کرنے کی غلطی میں اپنے کو مبتلا نہ کرو! سی طرح مکی زندگی میں بھی جو ''دارالکفر'' کی زندگی تھی پوری شدت کے ساتھ تفرقہ وانتشار پیدا کرنے سے روکا گیا اور اسی کے ساتھ جملہ مسلمانوں کو مخاطب کرکے اقامت دین اور عدم افتراق کا حکم دیا گیا جو ''واعتصموا بحبل اللہ'' کی ہی دوسری تعبیر ہے، آدم ثانی حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک اور درمیان میں جتنے صاحب شریعت پیغامبر ہوئے ان سب کو یہ اصولی حکم دیا جارہا ہے کہ دین قائم کریں اور تفرقہ والی غیر شرعی زندگی سے اجتناب کرتے رہیں، یہ دونوں چیزیں یکساں طور پر بلا تخصیص زمان ومکان ہمیشہ مطلوب اور مقصود رہی ہیں اور جملہ انبیاء کرام ہمیشہ اس کے داعی رہے ہیں، یہ آیت اس موضوع پر نص صریح ہے، اس آیت کے نزول کے وقت ہی سے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے ہجرت بھی نہیں فرمائی تھی، امت مسلمہ جماعتی زندگی کے قیام پر مامور تھی اور یہی وہ معنی ومطلب ہے جس پہ تمام مفسرین وعلمائے محققین کا اتفاق ہے، ذیل میں بطور اختصار ہم چند حوالے پیش کرتے ہیں:

(1) ان اقيموا الدين و لا تتفرقوا فيه

بعث الله الانبياء كلهم بإقامة الدين والألفة والجماعة وترك الفرقه والمخالفة (معالم التنزيل :ص ۵۱۶/) ترجمہ: صاحب معالم التنزیل ان اقيموا الدين و لا تتفرقوا فيه کے متعلق لکھتے ہیں کہ اللہ نے جملہ انبیاء کرام کو دین کی ''اقامت ائتلاف اور جماعت'' کے لیے مبعوث کیا ہے (معالم التنزيل)

(2) ولا تتفرقوا فيه ولا تختلفوا فى الدين، قال على رضى الله تعالى عنه لا تتفرقوا؛ فالجماعة رحمة، والفرقة عذاب .(مدارك لابى بركات النسفى الحنفى) افتراق اور مخالفت کے ترک کے لیے صاحب مدارک علامہ ابو برکات نصفی حنفی ''ولا تفرقوا'' کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ: دین میں اختلاف نہ کرو! حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ آپس میں افتراق نہ کرو! اس لیے کہ جماعت کی زندگی رحمت ہے اور تفرق وجدائی عذاب ہے (مدارک)

ان تفصیلات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اسلام کا مطلوب اجتماعی نظام، تنفیذ شریعت علیٰ منہاج النبوۃ کے لئے امیر کے ماتحت قائم ہوگا جو ملت کو ہر قسم کے تفرقہ وانتشار سے دور رکھنے اور شرعی تقاضوں کی تکمیل کے لئے قرآن واحادیث کی روشنی میں جدوجہد کرتا رہے گا۔

## بقیہ :تعلیم گاہ کو......

یہ بھی کہاوت ہے اور حقیقت بھی ہے کہ بچے من کے سچے ہوتے ہیں تو ظاہر بات ہے کہ بچوں کو جو سکھایا جائے گا وہی وہ سیکھیں گے، جو پڑھایا جائے گا وہی وہ پڑھیں گے اور جو بتایا جائے گا وہی وہ جانیں گے۔

اب یہ کتنی حیرت کی بات ہے اور افسوس کا مقام ہے کہ جس کی ذمہ داری ہے بچوں کو پیار محبت کا پیغام عام کرنے کی تعلیم دینا وہی بچوں کے دل ودماغ میں مذہبی منافرت پھیلانے کا طریقہ سکھانے جیسی ناپاک حرکت کرنے پر آمادہ ہے،، جب ملک بھر میں غم وغصے کا اظہار ہونے لگا تو ترپا تیا گی معافی مانگنے لگی لیکن اسی بیچ بھگوا عناصر اس کی حمایت میں آگئے اور اس نے پھر اپنا تال سر بدل کر بے حیائی اور ڈھٹائی ظاہر کرنے لگی اور کہنے لگی کہ مجھے اپنے کئے پر کوئی پچھتاوا نہیں ہے یاد رکھیں کہ ایسی حرکت کسی دہشت گردی سے کم نہیں ہے ذرا سینے پر ہاتھ رکھ کر سوچئے کہ اسکول کے کلاس میں ایک بچہ کھڑا ہے سارے کلاس فیلو باری باری اس کے قریب آکر تھپڑ مار رہے ہیں اور خود کلاس کی ٹیچر مارنے کا حکم دے رہی ہے وہ بچہ اپنے آپ کو کتنا کمزور اور بے یار ومددگار محسوس کرتا رہا ہوگا باپ غربت کے مارے کہہ رہا ہے کہ مجھے ایف آئی آر نہیں کرانی ہے، مجھے عدالت کی خاک نہیں چھاننی ہے یقیناً اسے اپنی حیثیت کا احساس ہوگا اس وجہ سے وہ ایسی بات کہہ رہا ہے ورنہ سوچنے کی بات ہے کہ جس کا بیٹا اس طرح سے مار کھائے اس باپ کے دل پر کیا گذری ہوگی لیکن اس تعصب وتنگ نظر ٹیچر کے خلاف کاروائی تو ہونی چاہئے اور سخت کارروائی ہونی چاہئے اور اس کی جتنی بھی تدبیریں ہیں سب اپنانی چاہئے۔

## نقیب کے قارئین کی آراء

☆ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ (نقیب شمارہ نمبر ۲۸ میں عصر حاضر میں مدارس میں تدریس۔غرو فکر کے چند گوشے پڑھا) حضرت مفتی صاحب اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے، آپ نے موجودہ زمانہ میں جو مدارس اسلامیہ کی حالت ہے اور تعلیمی انحطاط ہے اس کو آپ نے بڑے اچھے انداز میں قلم بند کیا ہے اور اس کا طریقہ کار بھی بتا دیا ہے، مضمون کو پڑھنے کے بعد بہت کچھ سیکھنے کو ملا، اللہ پاک اور مزید آپ کے علم میں ترقی عطا فرمائے اور تحریر میں جان ڈال دے (مولان محمد جابر حسین قاسمی خادم مدرسہ تحفیظ القرآن مدنیہ، گولڈ سیٹی نائی کی تھڑی جے پور راجستھان)

☆ (شمارہ نمبر ۲۴ میں مسلم پرسنل لا پر اعتراضات کی حقیقت پر) آپ کا کالم پڑھا، بہت ہی اچھے طریقے سے آپ نے سمجھانے کی کوشش کی ہے، بہت نالج ملا آپ کی تحریر سے، شاید اب میں بھی کسی کو اچھے طریقہ سے اپنی شریعت لاء کو سمجھا سکوں گا، اس عمید کو امید ہے آگے بھی آپ سے سیکھنے کا موقع ملے گا؛ کیونکہ آپ مفتی صاحب ہیں، میری بھی چاہت ہے کہ قوم کے لئے کچھ کروں، اگر آپ راہ دکھائیں تو مہربانی ہوگی (عمید حسن کولکاتا)

☆ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، بندہ ہفت روزہ نقیب کا مستقل قاری ہے، بہت معلوماتی واصلاحی مضامین ہوتے ہیں اور جب سے آنجناب کا کالم ''حکایات اہل دل'' شروع ہوا ہے یہ کافی مفید اور اصلاح کرنے والا کالم ہے، اسے جاری رکھا جائے؛ تاکہ قارئین کو زیادہ سے زیادہ اصلاحی مواد فراہم ہوسکے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ زور قلم اور تاثیر قلم مزید کرے (آمین) (حبیب اللہ، امونا، بتھناہا، ارریہ، بہار)

# یہ نفرت انگیز فکر ملک کو کہاں لے جائے گی

**بے نام گیلانی**

اس وقت ہندوستان کی کئی ریاستیں فرقہ واریت کی زد میں ہیں۔ یو پی، دہلی، مدھیہ پردیش، تلنگانہ، بنگال وغیرہ۔متذکرہ بالا ریاستوں میں کچھ ریاستیں تو فرقہ پرست سیاسی جماعت بی جے پی کے زیر حکومت ہیں اور کچھ ریاستیں غیر بی جے پی سیاسی جماعتوں کے زیر حکومت ہیں۔لیکن بی جے پی والوں کو یہ شدید ناگوار گزر رہا ہے کہ وہاں غیر بی جے پی حکومت کیوں ہے۔ جہاں بی جے پی کی حکومت ہے وہاں تو فرقہ واریت کو ہوا دینا بہت سہل ہے۔ کیونکہ وہاں ان کے فسادی انتہائی متحرک وفعال ہیں۔ پھر پولس اور انتظامیہ بھی حکومت وقت کی ذہنی غلام ہوتی ہے۔اور خود حکومت تو کھلے طور پر مسلم مخالف ہے ہی۔اس کا ذکر کیا کرنا۔ ناچیز کو حیرت اس امر پر ہے کہ وطن عزیز کے دانشور طبقے میں کچھ افراد اس حکومتی منافرت بھرے عمل میں برابر کے شریک ہیں تو کچھ خاموشی اختیار کرنے میں ہی اپنی بہتری تصور کرتے ہیں۔ جب کسی ملک کا دانشور طبقہ ظالمانہ طرز حکومت پر خاموشی اختیار کر لے تو سمجھ لینا چاہئے کہ اس ملک کا کچھ ہونے والا نہیں ہے۔ کیونکہ ہر عہد میں مظالم مخالف تحریک چلانے والا یہی طبقہ ہوا ہے۔اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا ہے کہ ایسی تحریک چلانے والے دانشوران پر بھی مصیبت کے پہاڑ توڑے گئے۔ کتنوں کو صعوبت گاہوں میں ڈال دیا گیا تو کتنوں کو لقمہ اجل بنا دیا گیا۔ پھر بھی اس دانشور طبقے نے مظالم کا خاموش تماشائی بننا گوارہ نہیں کیا اور اپنا فرض منصبی تصور کرتے ہوئے ظالم کے خلاف تحریک کی عنان سدا اپنے ہاتھوں میں رکھی۔ اس تحریک کا اثر یہ ہوا کہ اکثر تحریکیں انقلاب میں تبدیل ہوئیں اور وہاں سے مظالم کا خاتمہ عمل میں آیا۔لیکن یہ انتہائی افسوس کے ساتھ رقم کرنا پڑ رہا ہے کہ اب ارض ہند پر یہ دانشور طبقہ بھی بہت ہی زیادہ خوفزدہ ہے۔ کیونکہ ابھی سے کچھ سال قبل ہی کئی دانشوران ہند کا بڑی ہی بے دردی وسفا کی سے قتل ہو چکا ہے۔ دنیا لاکھ کوئی دعویٰ کرے، اپنی زندہ دلی کے قصیدے پڑھے، اپنی بے لاگی اور حق بیانی کا اعلان کرے، اپنی بے خوفی کے تذکرے کرے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہر شخص کو موت سے خوف ہوتا ہے۔ ہر شخص کے ساتھ اہل خانہ کی ذمہ داری لگی ہوتی ہے۔ اسے بال بچوں کے مستقبل کی فکر ستاتی رہتی ہے۔ان حالات میں اچھے سے اچھے اور بڑے سے بڑے کلیجے والے کا دل بھی لرزہ ہو کر رہ جائے گا۔ چنانچہ اب ہر انسان قدم سنبھال کر اٹھانا پسند کرتا ہے۔آخر دانشور بھی انسان ہی ہیں اور اسے بھی اہل وعیال کی فکر دامن گیر رہتی ہے خصوصاً موجودہ دور میں جس میں معمولی معمولی معاملے میں بھی قومی تحفظ ایکٹ کے تحت انسانوں کو قید و بند کی صعوبتوں سے گزرنا پڑ رہا ہے۔علاوہ ازیں ہمہ اوقات موت کا سایہ سر پر مسلط رہتا ہے۔ ایسے میں جو بھی دانشور آج جس حد تک بھی لب کشائی کر رہا ہے وہ واقعی جہاد عظیم کر رہا ہے۔ جب دانشور طبقہ کا یہ عالم ہے تو عام انسانوں کا کیا حال ہوگا۔ وہ تو بس اللہ ہی بہتر سمجھتا ہوگا۔ جس ملک میں دانشور طبقہ کی زبان خاموش کر دی جائے اور جہالت ورزالت کو سر چڑھ کر برہنہ وبیہودہ رقص کرنے کی اجازت ہو اس ملک کے حال ومستقبل کیا ہوں گے یہ ہر ذی شعور انسان سمجھ سکتا ہے۔ اس کے نتائج واضح طور پر پیش نگاہ آنے لگے ہیں۔ ابھی فوری طور پر اس نتیجہ کا منی پور اور نوح کے منصوبہ بند واقعہ کے طور پر پیش نگاہ ہے۔

یادش بخیر گجرات مسلم نسل کشی کے وقت وہاں کے وزیر اعلیٰ نریندر مودی نے کہا تھا کہ ہم پورے ہندوستان کو گجرات بنا دیں گے۔ یہ ایک برسر اقتدار لیڈر کا کس قدر شرمناک بیان تھا۔ یہ ہر ذی علم وفہم انسان سمجھ سکتا ہے۔ دانشور طبقے نے اسے خوب خوب سمجھا مسلم طبقے نے بھی اس بیان کی غرض غایت سمجھنے میں کوئی غلطی نہیں کی۔

بیان دینے والے نے بھی اپنے قول کو عملی جامہ پہنانے میں کسی قسم کی کوتاہی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ معاصر دور میں وزیر اعظم ہند شری نریندر مودی اپنے اسی سابقہ بیان کو مزید تقویت بخشتے ہوئے پورے ہندوستان کو گجرات بنانے کی سعی بلیغ فرما رہے ہیں جس کا شاخسانہ منی پور فساد اور حالیہ نوح کا منصوبہ بند ومنظم دنگا ہے۔ اب یہ ممکن ہے کہ لوگ ایسا سوال کریں کہ منی پور میں تو ہندو مسلم فساد برپا نہیں ہوا۔ ایسے سوالات کرنے والوں کے لئے عرض ہے کہ آر ایس ایس والوں کو ہندو مسلم سے کوئی غرض نہیں ہے۔ یہاں یہ واضح کر دینا ناگزیر ہے کہ یہ مودی اور شاہ کمپنی کو اپنے پیش روؤں کے مقاصد ومنشاء سے کچھ لینا دینا نہیں ہے۔ان کا مقصد عین تو معاشرے کو بانٹ کر اکثریت کو اپنے حق میں کرنا ہے۔ تاکہ ان کا ووٹ بینک مستحکم رہے اور ان کی کرسی کو استحکام کے ساتھ ساتھ دیر پائی نصیب ہو۔

اس غرض کے تحت مرکزی حکومت نے منی پور کے معاشرے کو میتئی اور کوکی گویا دو خانوں میں تقسیم کرنے کے لئے نہ صرف فساد کروایا بلکہ اسے مسلسل تین ماہ تک جاری رکھا جو تا وقت تحریر جاری وساری ہے۔ کسی بھی حکومت (وہ مرکزی حکومت ہو یا ریاستی حکومت) کے لئے واقعی کس قدر شرمندگی کی بات ہے کہ اس کے عہد حکومت میں، اس کے زیر حکمرانی مقام پر کسی بھی قسم کا فساد برپا ہوا ہو۔ اگر بالا تفاق ایسا عمل پزیر ہو ہی جاتا ہے تو حکومت فوراً حرکت میں آتی ہے اور اپنی مشینری کے ذریعہ بلا تاخیر اس پر قابو پانے کی کوشش کرتی ہے۔ تاکہ جانی ومالی کم سے کم نقصانات ہوں۔ لیکن افسوس صد افسوس یہاں اس کے عین برعکس عمل پزیر ہوا۔ فساد پر قدغن لگانے کے عوض اسے ہر روز مزید فروغ دیا گیا۔ نہ پولس نہ نیم فوجی دستہ اور نہ ہی فوج کی مدد طلب کی گئی۔ حکمران خواب خرگوش میں مست رہے۔ ادھر ہندوستان کا ایک صوبہ منی پور مسلسل جل رہا تھا اور وزیر اعظم ہند شری نریندر مودی بیرون ملک خود ستائی میں مست تھے۔ دیگر ارباب اقتدار بھی منی پور معاملات سے چشم پوشی کئے حزب مخالف پر بے بنیاد الزام تراشی میں شب وروز کئے تھے۔ گودی میڈیا بھی اپنے آقاؤں کی حامی بھرنے میں مصروف رہے۔ الغرض منی پور کی جانب سے ان لوگوں کا رویہ غیر انسانی، غیر اخلاقی اور انتہائی غافلانہ تھا۔ کیا ایک ملک کے ارباب اقتدار سے ایسے رویے کی امید کی جا سکتی ہے۔ لیکن افسوس کا مقام ہے کہ وطن عزیز میں ایسا عمل پزیر ہوا۔

دوسری جانب کانور یاترا کے دوران ریاست ہریانہ کے میوات علاقے کے نوح قصبہ میں زبردست فرقہ وارانہ فساد عمل پزیر ہوا۔ مذکورہ فساد یونہی دفعتاً برپا نہیں ہوا بلکہ اس کی باضابطہ منصوبہ بندی ہوئی تھی۔ فساد کے دو روز قبل مونو منیسر نام کے ایک شخص نے سوشل میڈیا کے ذریعہ مسلمانوں سے خطاب کیا تھا کہ میں آ رہا ہوں پھول کی مالا لے کر اپنے بہنوئی کا استقبال کرنے کے لئے تیار رہو گے۔ یہاں لفظ بہنوئی کا استعمال کئی سوالات پیدا کرتے ہیں۔ یہ کس جانب اشارہ کرتے ہیں یہ ہر کوئی سمجھ سکتا ہے۔ علاوہ ازیں جلوس اس جانب سے لے جانے کی ضد کی گئی جدھر سے کبھی نہیں گزرا تھا۔ وہ پورا علاقہ مسلمانوں کا تھا۔ ذہن نشیں رہے کہ نوح علاقے میں کثیر تعداد میں مسلمان ہیں۔ اس طرح اس جلوس کا انعقاد کرنے والے بجرنگیوں اور وشو ہندو پریشد کے شدت پسندوں نے قصداً اور دانستہ طور پر ایسے حالات پیدا کئے کہ فساد ہونا طے تھا۔ مزید برآں جلوس میں شامل لوگ اسلحہ جات لے کر چل رہے تھے۔

ان اسلحوں میں دیسی کٹے اور رائفل بھی تھے۔ حیرت انگیز امر تو یہ بھی ہے کہ پولس بھی ساتھ چل رہی تھی، لیکن ان پولیس والوں کو وہ اسلحے جانے کیوں نظر نہیں آئے۔ جب بھی مذہبی بنیاد پر فرقہ وارانہ فسادات رونما ہوتے ہیں۔ پولیس کو صرف مسلمان ہی مسلح نظر آتے ہیں اور دوسرے فریق شائستگی سنجیدگی کے پیکر۔ پولس، فوج، انتظامیہ حتی کہ عدلیہ کا مسلمانوں کے تئیں ایسا رویہ وطن عزیز کی سلامتی نیز ایکتا و اکھنڈتا کے لئے کوئی خوش آئند امر نہیں ہے۔ یوں تو ان کا یہ رویہ آزادی ہند کے بعد ہی سے جاری ہے۔ لیکن 2014 کے بعد اس میں زبردست اضافہ ہو گیا ہے۔ 2019 کے بعد تو یہ اپنے پورے شباب پر نظر آتا ہے۔ مرکزی حکومت کے علاوہ جس جس ریاست میں بی جے پی کی حکومت ہے وہاں تو ہر سطح پر کھلے عام مسلم مخالف رویے کا نہ صرف اظہار کیا جا رہا ہے بلکہ کھلے طور پر مسلمانوں کو ختم کرنے یا کم از کم انہیں تباہ و برباد کرنے کی مہم چلائی جا رہی ہے جو اقلیم ہند کے لئے سم قاتل سے کم نہیں ہے۔ چنانچہ یہ کہنا شاید غلط نہ ہوگا کہ مسلم مکت بھارت کے خواب کو تعبیر سے ہم کنار کرنے کے لئے حکومتی طور پر کوششیں جاری ہیں۔ اس کے حصول کے لئے کئی قسم کی کوششیں جاری ہیں۔ ان کوششوں میں سب سے اہم کوشش مسلمانوں میں دہشت پیدا کرنا ہے۔ تاکہ وہ جتنے مزارات ومسجد چاہیں بلا خوف منہدم کر سکیں اور پھر اس کی زمینوں کو قبضہ کر سکیں۔ کوئی مسلمان چوں چرا کی جرأت نہ کر سکے۔ ان کی یہ نفرت انگیز فکر ہندوستان کو کہاں لے جائے گی۔ اس کا علم ہر ذی فہم انسان کو ہے۔ یہ امر ذہن نشیں رہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی آبادی کم وبیش تیس کروڑ پر مشتمل ہے۔ اگر یہ آبادی خوف ودہشت کی زیر سایہ رہ گئی تو ہندوستان کے پس ماندہ رہ کر وشو گرو ہونے کا خواب خواب ہی رہ جائے گا۔ وہ بھی حقیقت سے ہم کنار نہیں ہو سکتا ہے۔ علاوہ ازیں ہندوستان کی معیشت کو آج لرزہ براندام ہے اس میں استحکام بھی پیدا نہیں ہو سکتا ہے۔

اس کے باعث ہندوستان کے دیگر گروہ کے افراد کی بھی اقتصادی حیثیت مستحکم نہیں ہو سکتی ہے۔ اس طرح اس مذہبی منافرت کی آتش جاں سوز میں مکمل ہندوستان جل کر خاکستر میں تبدیل ہو کر رہ جائے گا۔ بلاشبہ یہ حالات سچے ہندوستانیوں کے لئے کسی برے خواب سے کم نہیں ہوں گے۔ لیکن آر ایس ایس والوں کے لئے یہ باعث جشن ہوگا۔ کیونکہ منوسمرتی میں درج ہے کہ عوام کو محتاج بنا کر رکھو تاکہ وہ کبھی نہ سر اٹھا کر اپنے حقوق کا مطالبہ کر سکیں اور نہ ہی انقلاب برپا کرنے کے سلسلے میں سوچ سکیں۔ یہ تو منوسمرتی کا صرف ایک باب ہے۔ اگر مکمل منوسمرتی کو ہندوستان کے آئین کے مقام پر تسلیم کر لیا جاتا ہے تو مسلمانوں کو تو چھوڑیے ویش اور شودرو کا کیا عالم ہوگا یہ کوئی پوشیدہ امر نہیں رہا۔ ہندوستان کو ہندو راشٹر میں تبدیل کرنے کی کوشش اسی منشاء کے تحت ہو رہی ہے۔ یعنی اقلیم ہند پر وہی قدیم برہمنی حکومت قائم کرنا جس میں سب اور سب کچھ صرف برہمنوں کی سیوا کے لئے ہی ہوں گے۔ یہ روز رونما ہونے والے گروہ وارانہ فسادات کو صرف مسلم مخالف ہونے کا تصور نادانی پر محمول ہوگی۔ ابھی تو یہ معمولی آندھیاں ہیں۔ انہیں ایک بڑے طوفان کا سر چشمہ ہوتے دیر نہیں لگے گی۔ صاحب فہم کے لئے اشارہ کافی ہوتا ہے۔

## نظم

**حالاتِ حاضرہ پر مشتمل کلام**

ہمیں ہے فکر فلک کی ابھی نہ چھیڑو ہمیں
پڑی ہے خطرے میں کرسی ابھی نہ چھیڑو ہمیں

ہیں پہنچے چاند پہ ہم، تم ہمیں بدھائی دو
یوں کر کے بات زمینی ابھی نہ چھیڑو ہمیں

زمیں پہ اہلِ زمیں کے دکھوں کو کیا دیکھیں
ہم آسماں کے ہیں راہی ابھی نہ چھیڑو ہمیں

ہے پہنچی چاند سے بھی دور آج مہنگائی
بلندی اور ہے باقی ابھی نہ چھیڑو ہمیں

جو روزگار کی باتیں کرے وہ باغی ہے
کرو فقط جی حضوری ابھی نہ چھیڑو ہمیں

ہماری ساری سیاست ٹکی ہے نفرت پر
یہی ہے طرزِ فرنگی ابھی نہ چھیڑو ہمیں

ستم ہزار ہو حیدر مگر زباں پہ سدا
لگاؤ قفلِ خموشی ابھی نہ چھیڑو ہمیں

اشتیاق حیدر قاسمی
[illegible]

## عیادت کا اہم ادب

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ جو بہت اونچے درجے کے صوفیاء میں سے ہیں محدث بھی ہیں فقیہ بھی ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت سے کمالات عطا فرمائے تھے ایک مرتبہ بیمار ہو گئے اب چونکہ اللہ تعالیٰ نے بہت اونچا مقام عطا فرمایا تھا اس لئے آپ سے محبت کرنے والے لوگ بھی بہت تھے۔ اس لئے بیماری کے دوران عیادت کرنے والوں کا تانتا بندھا ہوا تھا۔ لوگ آرہے ہیں اور خیریت پوچھ کر واپس جارہے ہیں لیکن ایک صاحب ایسے آئے جو وہیں جم کر بیٹھ گئے اور واپس جانے کا نام ہی نہیں لیتے تھے حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش یہ تھی کہ یہ صاحب واپس جائیں تو میں اپنے ضروری کام بلا تکلف انجام دوں اور گھر والوں کو اپنے پاس بلاؤں مگر وہ صاحب تو ادھر ادھر کی باتیں کرنے میں لگے رہے جب بہت دیر گزر گئی اور وہ شخص جانے کا نام ہی نہیں لے رہا تو آخر حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص سے فرمایا کہ بھائی یہ بیماری تو اپنی جگہ تھی مگر عیادت کرنے والوں نے الگ پریشان کر رکھا ہے۔ نہ مناسب وقت دیکھتے ہیں اور نہ آرام کا خیال کرتے ہیں اور عیادت کے لئے آجاتے ہیں اس شخص نے جواب میں کہا کہ حضرت: یقیناً ان عیادت کرنے والوں کی وجہ سے آپ کو تکلیف ہو رہی ہے اگر آپ اجازت دیں تو میں دروازے کو بند کردوں تاکہ آئندہ کوئی عیادت کرنے کے لئے نہ آئے۔ وہ اللہ کا بندہ پھر بھی نہیں سمجھا کہ میری وجہ سے حضرت والا کو تکلیف ہو رہی ہے آخر کار حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے فرمایا کہ ہاں! دروازہ بند تو کردو مگر باہر جاکر بند کردو، بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو یہ احساس ہی نہیں ہوتا کہ ہم تکلیف پہنچا رہے ہیں۔ بلکہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم تو ان کی خدمت کررہے ہیں۔ (ماخوذ: ''آج کا سبق'')

## معاملات؛ انسان کی پہچان

ایک بار حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کے بارے میں فرمایا کہ کوئی ہے جو اس کی گواہی دے سکے؟ ایک صحابی نے عرض کیا کہ میں اس کی گواہی دیتا ہوں، آپ نے پوچھا کہ تو کس بنا پر اس کی گواہی دیتا ہے، کیا تو نے اس کو صرف نماز پڑھتے دیکھا ہے یا کبھی اسکے ساتھ سفر کیا ہے یا کبھی اس کے ساتھ کوئی معاملہ بھی کیا ہے؟ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ انسان کی پہچان معاملات سے ہوتی ہے، ایک محدث کرائے کے مکان میں رہتے تھے، مکان کچا تھا ایک بار جب حدیثیں لکھتے ہوئے ورق پلٹنے کی نوبت آئی تو سیاہی خشک نہ ہوئی تھی، اس زمانہ میں سیاہی چوس یا چاک وغیرہ تو ہوتے نہیں تھے، اس لئے گیلی سیاہی پر مٹی ڈال کر خشک کیا کرتے تھے؛ چنانچہ محدث نے مکان کی کچی دیوار سے مٹی کھرچ کر سیاہی پر ڈالنا چاہی؛ لیکن فوراً دل میں خیال آیا کہ یہ مکان تو کرائے کا ہے، اس لئے بغیر مالک مکان سے پوچھے یہ مٹی ڈالنا میرے لئے جائز نہیں ؛ مگر پھر خود ہی خیال کیا کہ ذرا سی مٹی سے کیا فرق پڑتا ہے اور مالک مکان کون سا اس سے منع کریگا؟ چنانچہ تھوڑی سی مٹی دیوار سے کھرچ کر ورق پر ڈال لی؛ لیکن محدث جب رات کو سوئے تو خواب میں سرکار مدینہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خفا ہو کر فرمایا کہ کل قیامت میں تجھے اس بات کا پتہ چلے گا کہ ذرا سی مٹی سے کیا فرق پڑتا ہے؟ چنانچہ وہ محدث صبح کو اٹھتے ہی مالک مکان کے ہاں پہنچے اور ان سے مٹی کھرچنے کا واقعہ سنایا اور معافی مانگی، مالک مکان نے کہا کہ میں نے معاف کیا اور آئندہ آپ کو اجازت ہے جب بھی ضرورت پڑے آپ مٹی کھرچ سکتے ہیں، بعض لوگوں نے صرف تسبیح گھمانے اور چلے کاٹنے کو تصوف کا نام دے دیا؛ حالانکہ یہ تو ذرائع ہیں مقصد ان سب چیزوں کا یہ ہے کہ ہم دین پر سچے دل سے عمل پیرا ہو جائیں، ہاتھ میں تسبیح ہو اور کم تولیں یا جھوٹ بولیں تو پھر اس تسبیح کا کیا فائدہ؟ (ماخوذ: ''آج کا سبق'')

## اعـــلان مفقـــود الخبـــری

### معاملہ نمبر ۱۱۹/۱۹۶۸/۱۴۴۴ھ

**(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ توپسیا روڈ، کولکاتا)**

**نرگس خاتون بنت محمد نسیم 30/1BH/2 اقبال پور لین، ڈاکخانہ خضر پور، تھانہ اقبال پور، ضلع کولکاتا ۷۰۰۰۲۳۔ فریق اول**

**بنام**

**محمد اشرف ولد محمد الیاس G-76 بتی کل فرسٹ لین گارڈن ایچ، ڈاکخانہ گارڈن ایچ، تھانہ گارڈن ایچ، ضلع کولکاتا ۷۰۰۰۲۴۔ فریق دوم**

### اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں آپ کی بیوی فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ توپسیا روڈ، کولکاتا میں نان ونفقہ اور حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی وجہ سے فسخ نکاح کا مطالبہ کیا ہے، لہذا اس اعلان کے ذریعے آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ کو دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۸ر ربیع الاول ۱۴۴۵ھ مطابق ۲۴ر ستمبر ۲۰۲۳ء روز اتوار کو بوقت ۹ر بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

### معاملہ نمبر ۱۳۸/۱۸۷۷/۱۴۴۴ھ

**(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ گواپوکھر، مدھوبنی)**

**بی بی رخسانہ خاتون بنت محمد تقوی مرحوم، مقام وڈاکخانہ ترہونہ، ضلع مدھوبنی۔۔۔۔۔ فریق اول**

**بنام**

**محمد افتخار ولد محمد اویس، مقام وڈاکخانہ چھوڑاہی، ضلع مدھوبنی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فریق دوم**

### اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف عرصہ چار سال سے غائب ہونے اور نان ونفقہ وحقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر دارالقضاء امارت شرعیہ گواپوکھر، ضلع مدھوبنی میں فسخ نکاح کا مطالبہ کیا ہے، لہذا اس اعلان کے ذریعے آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ کو دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۲۷ر ستمبر ۲۰۲۳ء مطابق ۱۱ر ربیع الاول ۱۴۴۵ھ روز بدھ کو بوقت ۹ر بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

### معاملہ نمبر ۴۶/۱۴۷۴/۱۴۴۴ھ

**(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ کٹیہار)**

**تفسیرہ خاتون عرف پھدنی خاتون بنت ایلاء الدین (علاء الدین) مقام مرزاپور پوے ضلع کٹیہار... فریق اول**

**بنام**

**محمد جسیم ولد داؤد علی مقام نسیم پور بھرسیہ ڈاکخانہ جھگڑوچک تھانہ پھلکا ضلع کٹیہار۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فریق دوم**

### اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف تقریباً دس سال سے غائب ولا پتہ ہونے اور جملہ حقوق زوجیت بشمول نان ونفقہ سے محرومی کی بناء پر دارالقضاء امارت شرعیہ گاندھی نگر رامپاڑہ ضلع کٹیہار میں فسخ نکاح کا مطالبہ کیا ہے لہذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کو دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۲۹ر ربیع الاول ۱۴۴۵ھ مطابق ۱۵ر اکتوبر ۲۰۲۳ء روز اتوار پر آپ خود مع گواہان وثبوت بوقت ۹ر بجے دن مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں، واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر عدم حاضری وعدم پیروی کی صورت میں اس معاملہ کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

### معاملہ نمبر ۱۸/۱۴۴۴ھ

**(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ مدرسہ عارفیہ سنگرام، مدھوبنی)**

**شبانہ خاتون بنت محمد جمیل صدیقی، مقام وڈاکخانہ بانکی، ضلع مدھوبنی۔۔۔۔ فریق اول**

**بنام**

**محمد احسان ولد اظہر علی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فریق دوم**

### اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول شبانہ خاتون بنت محمد جمیل صدیقی نے آپ فریق دوم محمد احسان ولد اظہر علی کے خلاف دارالقضاء مدرسہ عارفیہ سنگرام مدھوبنی میں تقریباً پانچ سال سے غائب ولا پتہ ہونے اور جملہ حقوق زوجیت سے محروم ہونے کی بنیاد پر نکاح فسخ کیے جانے کا دعوی دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کو دیں ،اور آئندہ تاریخ سماعت ۲۵ر ربیع الاول ۴۵ھ مطابق ۱۱ر اکتوبر ۲۳ء کو بوقت ۹ر بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں، واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

### معاملہ نمبر ۳۸/۱۶۸/۱۴۴۴ھ

**(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ ٹیڑھا گاچھ، پھلوریہ، ضلع کشن گنج)**

**شائستہ بیگم بنت توحید عالم، مقام سکاندیکھی وارڈ نمبر ۷، ڈاکخانہ پدم پور ضلع کشن گنج۔۔۔۔ فریق اول**

**بنام**

**محمد شہزاد ولد محمد عباس عالم، مقام بالو باڑی وارڈ نمبر ۷ ڈاکخانہ پدم پور ضلع کشن گنج۔۔۔۔۔۔۔۔ فریق دوم**

### اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول شائستہ بیگم بنت توحید عالم نے آپ فریق دوم محمد شہزاد ولد محمد عباس عالم کے خلاف دارالقضاء ٹیڑھا گاچھ پھلوریہ ہاٹ میں عرصہ ڈھائی سال سے غائب ولا پتہ ہونے اور جملہ حقوق زوجیت سے محروم ہونے کی بنیاد پر نکاح فسخ کیے جانے کا دعوی دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کو دیں، اور آئندہ تاریخ سماعت ۲۳ر ربیع الاول ۴۵ھ مطابق ۹ر اکتوبر ۲۳ء کو بوقت ۹ر بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں، واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

### معاملہ نمبر ۲۲/۱۸۰۱/۱۴۴۵ھ

**(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ جامع مسجد، ارریہ)**

**نرگس سلطانہ بنت محمد مظہر الحق، مقام پیپر پانتی وارڈ نمبر ۱۲ر ڈاکخانہ اکمبا ضلع پورنیہ۔۔۔۔ فریق اول**

**بنام**

مہتاب ولد فضل انصاری، مقام بسیٹی وارڈ نمبر ۷ر ڈاکخانہ بسیٹی، ضلع ارریہ۔۔۔۔۔۔۔۔ فریق دوم

### اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نرگس سلطانہ بنت محمد مظہر الحق نے آپ فریق دوم مہتاب ولد فضل انصاری کے خلاف دارالقضاء جامع مسجد ارریہ میں سوا سال سے غائب ولا پتہ ہونے اور جملہ حقوق زوجیت سے محروم ہونے کی بنیاد پر نکاح فسخ کیے جانے کا دعوی دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کو دیں ،اور آئندہ تاریخ سماعت ۲۱ر ربیع الاول ۴۵ھ مطابق ۷ر اکتوبر ۲۳ء کو بوقت ۹ر بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں، واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

## ہفتۂ رفتہ

# پولیس نے ڈھائی کروڑ نہ دینے پر انکاؤنٹر کی دھمکی دی

امپھال آسام کے بجالی ضلع میں کئی سینئر پولیس افسران سمیت نو افراد کو ریاستی جرائم کے تفتیشی محکمے (سی آئی ڈی) نے ایک مقامی تاجر کے اس الزام کے بعد گرفتار کیا کہ پولیس اس سے جبری وصولی کر رہی ہے۔انڈین ایکسپریس کے مطابق تاجر ربیع الاسلام نے یہ بھی الزام لگایا کہ اسے پولیس نے غلط طریقے سے حراست میں لیا اور 2.5 کروڑ روپے ادا کرنے کو کہا، ایسا نہ کرنے کی صورت دھمکی دی کہ مجھے انکاؤنٹر میں مار دیا جائے گا۔(ایجنسی)

# حکومت انڈیا کا نام ہٹا رہی ہے؟

ملک کا نام 'انڈیا' ہٹانے کی جو قیاس آرائیاں کی جا رہی تھیں، آخر کار اسے ٹھوس بنیاد ملتی نظر آ رہی ہے۔روایتی طور پر استعمال ہونے والے 'پریزیڈنٹ آف انڈیا' کی جگہ اب 'پریسیڈنٹ آف بھارت' کو سرکاری طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ ہندوستان کی زیر صدارت جی 20 کے سربراہان مملکت کو بھیجے گئے دعوت نامے میں 'پریسیڈنٹ آف بھارت' لکھا گیا ہے۔ یہ بین الاقوامی سطح پر ناموں میں ایک اہم تبدیلی کی نشاندہی کرتا ہے۔ دریں اثنا کانگریس نے اپنے ایک ٹویٹ میں کہا ''مسٹر مودی تاریخ کو مسخ اور ہندوستان یعنی بھارت یعنی ریاستوں کے مرکز کو تقسیم کرنا جاری رکھ سکتے ہیں لیکن ہم ہار نہیں مانیں گے۔آخر انڈیا کی جماعتوں کا مقصد کیا ہے؟ یہ بھارت ہے—ہم آہنگی، دوستی، مفاہمت اور بھروسہ۔ جوڑے گا بھارت جیتے گا انڈیا''۔غور طلب ہے کہ مودی حکومت نے آئین میں انڈیا کا نام تبدیل کر کے 'بھارت' رکھنے کا فیصلہ کر لیا۔میڈیا کے مطابق مودی حکومت نے آئین میں انڈیا کا نام تبدیل کرنے کے لیے پارلیمنٹ کے آئندہ خصوصی سیشن میں قرارداد لانے کا فیصلہ کیا ہے، پارلیمنٹ کا یہ خصوصی سیشن 18 ستمبر سے 22 ستمبر تک جاری رہے گا جس میں آئین میں انڈیا کا مطلب بھارت میں ترمیم کی جائے گی اور اس کا نام صرف 'ری پبلک آف بھارت' رکھا جائے گا۔انڈیا کا نام بھارت رکھنے کا مطالبہ پورا کرنے کیلیے آئین میں ترمیم کی جائے گی جس کے لیے مرکزی حکومت پارلیمنٹ میں ایک قرارداد لا سکتی ہے۔ بتادیں کہ راشٹریا سوام سیوک سنگھ کے سربراہ موہن بھاگوت نے انڈیا کا نام بھارت رکھنے کی حمایت کی ہے اور انہوں نے ہی ماضی میں مطالبہ کیا تھا کہ ملک کے لیے انڈیا کی جگہ بھارت کا نام استعمال کیا جائے جب کہ ان کا ماننا ہیکہ ملک کو صدیوں کو بھارت کے نام سے ہی جانا جاتا ہے۔(ایجنسی)

# چلتی ٹرین میں کھڑکی سے لٹکا چور

بیگوسرائے میں چلتی ٹرین سے پرس چوری کر بھاگنے کے دوران چور گرفتاری کے خوف سے ٹرین کی کھڑکی سے لٹک گیا اور دو کلومیٹر تک اسی حالت میں سفر کرتا رہا۔ بتایا جا رہا ہے کہ برونی فلیگ میں ایک شخص کا تھیلا اور ایک عورت کا پرس لے کر چور بھاگ کر پچھلی بوگی میں جا چھپا لیکن مسافروں نے بچھواڑہ جنکشن سے دو کلومیٹر پہلے چور کو پکڑنے کی کوشش کی تو گیٹ کو بند کر چور نے جان خطرہ میں ڈال کر چلتی ٹرین میں کھڑکی پر لٹک گیا اور رونے لگا اور چھوڑ دینے کی آواز بلند کرنے لگا۔ مسافروں نے اس کا ہاتھ اور پاؤں کھڑکی کے اندر کھینچ کر پکڑ لیا۔ٹرین جب بچھواڑہ پہنچی تو مسافروں نے اسے پکڑ لیا اور پلیٹ فارم پر اتارا۔ جب چور سے نام پتہ پوچھا گیا تو ڈر سے وہ غلط نام اور پتہ بتانے لگا۔ پکڑا گیا نوجوان اپنا نام راجیو کمار اور گھر سیتامڑھی ضلع بتا رہا تھا۔ بیگوسرائے ضلع میں اس سے قبل بھی کئی مرتبہ اس طرح کا واقعہ پیش آ چکا ہے جہاں ٹرین سے کود کر فرار ہو جاتا ہے اور کئی مرتبہ اسی طرح کھڑکی میں لٹک کر اپنی جان خطرے میں ڈالتا ہے۔(پریس رپورٹ)

## محمد اظہار

# ہماچل میں 12 ہزار کروڑ سے زائد کا نقصان

ہماچل پردیش میں بارش نے اس موسم میں تباہی مچادی۔ مانسون اپنے ساتھ نہ صرف بارش بلکہ تباہی بھی لے کر آیا، بارش کے باعث مختلف واقعات میں اب تک 381 افراد کی موت ہو چکی ہے۔اس کے علاوہ مختلف واقعات میں 360 افراد زخمی بھی ہوئے ہیں۔ ریاست میں 38 افراد اب بھی لاپتہ ہیں۔حکومت کو اب تک 8642.83 کروڑ روپے کا نقصان ہوا ہے۔ ریاست میں 2 ہزار 446 مکانات مکمل طور پر تباہ ہوئے جبکہ 10 ہزار 648 مکانات کو جزوی نقصان پہنچا۔اس کے علاوہ 312 دکانیں اور 5 ہزار 517 مویشی گھر بھی تباہ ہوئے۔ 24 جون سے ریاست میں 161 لینڈ سلائیڈنگ اور سیلاب کے 72 واقعات درج کیے گئے ہیں۔ ریاست میں سب سے زیادہ 2927.01 کروڑ روپے کا نقصان محکمہ تعمیرات عامہ کو ہوا ہے۔ ہماچل پردیش کے وزیر اعلی سکھوندر سنگھ سکھو کا کہنا ہے کہ حکومت کے اندازے کے مطابق یہ نقصان 12000 کروڑ روپے سے زیادہ ہو سکتا ہے۔ حکومت آفات سے متاثرہ لوگوں کو راحت فراہم کرنے کیلئے مسلسل کام کر رہی ہے۔اس کے علاوہ ریاست میں اس ریاستی آفت کا اعلان کیا گیا اور اب ریاستی حکومت کی نظریں مرکز کی طرف ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ریاستی حکومت چاہتی ہے کہ مرکزی حکومت بھی اس آفت کو قومی آفت قرار دے۔ ہماچل پردیش پہلے ہی قرضوں کے بوجھ تلے دبا ہوا ہے۔ ریاست پر 75 ہزار کروڑ روپے کا قرض ہے اور اب آفت سے ہونے والے نقصان کی وجہ سے ہماچل پر اضافی بوجھ ہو گیا ہے۔ شملہ ضلع میں بارش کی وجہ سے مختلف واقعات میں سب سے زیادہ اموات ریکارڈ کی گئی ہیں۔ شملہ میں 40 لوگوں کی جانیں گئیں۔اس کے علاوہ بلاس پور میں 15، چمبہ میں 43، ہمیر پور میں 17، کانگڑا میں 29، کنور میں 13، کلو میں 48، لاہول سپتی میں 5، منڈی میں 43، سرمور میں 25، سولن میں 36 اور اونا میں 381 افراد کی موت ہوئی ہے۔ ضلع کلو میں اب تک سب سے زیادہ 19 لوگ لاپتہ ہیں۔اس کے علاوہ منڈی میں 9، شملہ میں 4، کنور میں 2 اور لاہول سپتی میں ایک شخص لاپتہ ہے۔(ایجنسی)

# اسکولوں میں نئی تعطیلات کا حکم رد

پورے بہار کے اساتذہ اور مختلف تنظیموں وبایاں محاذ سمیت کئی سیاسی پارٹیوں کی ناراضگی اور ان کے مطالبے پر وزیر اعلیٰ نتیش کمار کے ذریعہ گذشتہ دنوں سنجیدگی سے توجہ دیے جانے اور اس مسئلہ کا حل جلد کیے جانے کی مثبت یقین دہانی کے بعد محکمہ تعلیم حکومت بہار نے سرکاری اسکولوں و دیگر تعلیمی اداروں میں تعطیلات کی جو نئی فہرست جاری کی تھی اسے واپس لیتے ہوئے منسوخ کر دیا ہے۔ محکمہ تعلیم حکومت بہار سکنڈری ایجوکیشن) کے ڈائرکٹر کنیا پرساد شری واستو نے 29؍اگست کو اپنے ذریعہ جاری تعطیل کی فہرست کو رد کرنے کا فیصلہ کرتے ہوئے سوموار کو اس سے متعلق نوٹیفکیشن جاری کر دیا۔ اسی کے ساتھ ریاست میں بھی سرکاری اسکولوں میں تعطیل کی پرانی فہرست پھر سے نافذ ہو گئی ہے۔(پریس رپورٹ)

طب وصحت

# صحت مند ذہن ... صحت مند زندگی

اچھی صحت قدرت کا ایک اَنمول تحفہ اور بہت بڑی نعمت ہے۔ سالک بیگ کا ایک شعر ہے کہ'' تنگ دستی اگر نہ ہو سالک ... تن درستی ہزار نعمت ہے''۔ تو اُس میں تَن درستی سے متعلق سو فی صد درست ہی کہا گیا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ تنگ دستی پھر برداشت ہو سکتی ہے، غربت میں جیسے تیسے بھی انسان گزارہ کر لیتا ہے، مگر خرابی صحت انسان کے لیے ایک عذاب کی سی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ ویسے جب ہم صحت و تن درستی کا ذکر کرتے ہیں، تو عمومی طور پر لوگ اس سے مُراد جسمانی صحت لیتے ہیں، حالاں کہ تن درستی دو الفاظ کا مرکب ہے، یعنی تن اور درستی۔ اس لحاظ سے تن درستی کا مطلب جسم کا درست ہونا ہے۔

بلاشبہ انسان کا جسم درست اور صحت مند ہونا چاہیے، مگر یہ صحت کا محدود اور ناقص تصوّر ہے۔ جدید طبّی سائنس میں صحت کا تصوّر بڑے ہمہ گیر انداز میں سامنے آتا ہے۔ عالمی ادارۂ صحت کے مطابق صحت اُس کیفیت کا نام ہے، جس میں ایک انسان جسمانی، ذہنی اور سماجی اعتبار سے درست ہو۔ محض جسمانی ضعف یا بیماری کی غیر موجودگی کی بنیاد پر کسی شخص کو صحت مند قرار نہیں دیا جا سکتا۔ صحت مند ہونے کے لیے ضروری ہے کہ انسان تینوں تناظر میں درست اور متوازن ہو۔ جسمانی، ذہنی اور سماجی توازن ہی انسانی صحت کی بنیاد ہے۔ گو کہ کسی بھی فرد کے مکمل صحت یاب ہونے کا مطلب نہ صرف جسمانی، بلکہ ذہنی/ دماغی صحت بھی ہے، مگر افسوس کہ دُنیا بھر کے بیش تر افراد ذہنی صحت کے درست مفہوم سے نابلد ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ذہنی صحت کے اصولوں پر دھیان دیا جاتا ہے، نہ ذہنی امراض کی درست اور بروقت تشخیص ہو پاتی ہے۔ سو، ذہنی صحت کی اہمیت اُجاگر کرنے کے لیے عالمی ادارۂ صحت اور ورلڈ فیڈریشن آف مینٹل ہیلتھ کے اشتراک سے ہر سال 10 اکتوبر کو 'دماغی صحت کا عالمی یوم'' منایا جاتا ہے۔

پہلی بار یہ دِن 1992ء میں ایک تھیم منتخب کر کے منایا گیا اور تب سے تاحال یہ دِن ہر سال مختلف تھیمز یا سلوگنز کے ساتھ منایا جا رہا ہے۔ یعنی دماغی صحت اور تن درستی کو عالمی ترجیح بنائیں۔ یہاں یہ سوال جنم لیتا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی تشخیص شدہ نفسیاتی مرض میں مبتلا نہ ہو، تو کیا اس کی ذہنی صحت کو اطمینان بخش قرار دیا جا سکتا ہے؟ تو اس کا جواب کچھ وضاحت کا متقاضی ہے۔ نفسیاتی مرض نہ ہونا بلاشبہ بہت ضروری ہے، مگر کئی اہم محرّکات اور حقائق بھی ہمارے پیش نظر رہنے چاہئیں۔ محض نفسیاتی مرض کی غیر موجودگی کافی نہیں۔ عالمی ادارۂ صحت اور ماہرینِ صحت کا خیال ہے کہ اچھی ذہنی صحت کا حامل اُسی شخص کو قرار دیا جا سکتا ہے، جس میں درج ذیل خوبیاں موجود ہوں۔

☆اپنی صلاحیتوں سے اچھی طرح واقف ہو۔☆اس کے اندر اتنی استطاعت ہو کہ وہ روزمرّہ زندگی کے دباؤ کا سامنا کر سکے۔☆کوئی نہ کوئی فائدہ مند کام کر سکتا ہو۔☆اس قابل ہو کہ معاشرے کو کوئی نفع پہنچا سکے۔

اس موقعے پر ہمیں ان علامات سے بھی آگاہ ہونا چاہیے، جن کی موجودگی ہمارے لیے تنبیہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ جب بھی کسی شخص میں بعض مخصوص علامات محسوس ہوں، تو ہمیں خبردار ہو جانا چاہیے کہ ایسے شخص کی ذہنی صحت متاثر ہو سکتی ہے یا پھر وہ کسی نفسیاتی مرض میں بھی مبتلا ہو سکتا ہے۔

مثلاً اگر کسی فرد میں معمول سے زیادہ فکر، پریشانی، خوف اور بے چینی پیدا ہو جائے، مختلف معاملات میں غیر ضروری طور پر شک و شبہ کرے، مسلسل غم زدہ اور اُداس نظر آئے، مزاج میں معمول سے ہٹ کر تبدیلی محسوس ہو (یہ تبدیلی یاسیت، غیر معمولی مسّرت، غصّے اور چڑچڑے پَن کی شکل میں ظاہر ہو سکتی ہے)، پہلے بہت ملن سار اور زندہ دِل ہو، پھر یک دَم ہی سماجی دُوری اختیار کر لے اور تنہائی پسند ہو جائے، بھوک اور نیند کے معاملے میں ڈرامائی تبدِیلی واقع ہو (جو کمی و بیشی دونوں صُورتوں میں ہو سکتی ہے)، تو ہمیں اس پر بھرپور توجّہ دینی چاہیے۔ عین ممکن ہے کہ ایسا شخص کسی نفسیاتی مرض میں مبتلا ہو چُکا ہو یا مستقبل قریب میں مبتلا ہو جائے۔ یوں تو نفسیاتی امراض کی ایک طویل فہرست ہے، مگر چند اہم اور عام امراض کا ذکر ضروری ہے۔ مثلاً:

☆یاسیت:(Depressive Disorder): اس مرض میں مبتلا فرد شدید اُداسی کا شکار ہو جاتا ہے۔ کسی کام میں اس کا دِل نہیں لگتا۔ اپنا وجود بے مقصد اور بے قیمت محسوس ہوتا ہے۔ خودکُشی کے خیالات آتے ہیں۔

☆گھبراہٹ:(Anxiety Disorder) اینزائٹی کے شکار افراد بے چینی، فکرمندی، ڈر اور خوف میں مبتلا رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ مریض کئی جسمانی طبّی تکالیف کی بھی شکایت کرتا ہے، جن میں دِل کی دھڑکن بڑھنا، ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو جانا، لرزہ طاری ہونا اور پسینے کا غیر معمولی اخراج وغیرہ شامل ہیں۔ پھر گھبراہٹ یا انزائٹی کی بھی مزید کئی اقسام ہیں۔

Volume:63/73,Issue:34 R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

To

سبب تلاش کرو اپنے ہار جانے کا
کسی کی جیت پر رونے سے کچھ نہیں ہوگا
(ندیم شاہ)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
**NAQUEEB** WEEKLY
PHULWARI SHARIF,PATNA 801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

# پارلیمنٹ میں پیش کردہ تین مجوزہ بل کا نزاع

صفی اختر، نئی دہلی

ہم ایک عجیب دور سے گزر رہے ہیں۔آج ملک کی ایک سیاسی جماعت اپنی دیگر ہمنوا تنظیموں کو ساتھ لے کر ملک کے آئین (Constitution) کو ہی بدلنے کی باتیں کررہی ہے۔اس لیے اوّلین تقاضائے وقت تو یہی ہے کہ ملک کے سبھی انصاف پسند اور یہاں کے جمہوری اقدار پر یقین رکھنے والے ملک کے موجودہ آئین کے تحفظ کے لیے آگے آئیں، اور یہ جب ہی ممکن ہے کہ جب ہم آئین کو اس کے حقیقی معنوں میں نافذ کرنے پر زور دیں اور آئین کو ختم کرنے والوں کو یہ پیغام دیں کہ صورت حال ویسی بھی نہیں، جیسی کہ آپ جیسے لوگ سوچتے ہیں، ملک کی بڑی اکثریت موجودہ آئین اور اس کے اقدار کو کسی بھی انداز سے بدلتا ہوا دیکھنا پسند نہیں کرتی۔ سچی بات یہ ہے کہ موجودہ لڑائی محض فرقہ وارانہ لڑائی نہیں ہے بلکہ یہ ملک کے وجود کی لڑائی ہے، ہمیں ایسے حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے سبھی طبقوں اور ملک بھر کی انصاف پسند تنظیموں کا وفاق (Federation) بنانا ہوگا۔

حال ہی میں حکومت ہند نے لوک سبھا میں تین بل (Bills) پیش کیے ہیں جس کا مقصد ہندوستان کے انڈین پینل کوڈ (IPC)1860، فوجداری قانون کوڈ آف کریمنل پروسیجر (CrPC)1973 اور اور انڈین ایویڈنس ایکٹ 1872 کو منسوخ کرنے اور ان کی جگہ نئے قوانین کا مسودہ، موجودہ وزیر داخلہ امت شاہ کے ذریعہ پیش کیا گیا۔ متذکرہ بالا تینوں بل کے لیے ان کے نام کو ہندی زبان میں منتقل کیا گیا ہے جواب بھارتیہ نیائے سنہیتا (BNS)، بھارتیہ ناگرک سرکشا سنہیتا (BNSS) اور بھارتیہ ساکشیہ بل (BSB) کے طور پر جانا جائے گا۔

وزیر داخلہ نے بل پیش کرتے ہوئے لوک سبھا میں کہا کہ انگریزوں کے بنائے ہوئے قوانین میں غلامی کے آثار ملتے ہیں، لہٰذا، ایسے 475 نشانات ہیں جنھیں ختم کرنے کی ضرورت ہے۔انھوں نے مزید کہا کہ پچھلے فوجداری قوانین کو بہتر کرنے میں تاخیر ہوئی ہے جس کے نتیجے میں ہمارا نظام ایسا ہے کہ عدالت جانا ایک عذاب بن گیا ہے، ساتھ ہی ساتھ نئے بلوں کے تعلق سے یہ بھی کہا گیا کہ یہ تینوں بل بھارتی روح سے متعلق ہے۔ یہ تینوں قوانین برطانوی حکمرانوں نے بنائے تھے۔ان کی جگہ یہ نئے بل، ہندوستانی سماج کے وسیع تر مفاد میں لائے گئے ہیں۔ وزیر داخلہ کے مذکورہ بیان سے ہمیں یہ تاثر ملتا ہے کہ پورے کریمنل جسٹس سسٹم کو اوور ہال (Overhaul) کیا جارہا ہے۔

ہمیں یقین ہے کہ جب آپ قریب سے نئے بل کا مطالعہ کریں گے تو بل میں واقعی کوئی تبدیلی نہیں لائی جارہی ہے۔وہ تمام قوانین برطانوی دور حکمرانی سے زیادہ تر ایک ہی جیسے ہیں۔ ہندوستان کے فوجداری کے نظام انصاف کے بنیادی حصے بغیر کسی تبدیلی کے باقی رکھے گئے ہیں۔ پولس کی بربریت اور شہریوں کے بنیادی حقوق کی پامالی جس طرح کی جاتی ہے، وہ یقیناً اب بھی ایک سنگین مسئلہ ہے۔

وزارت داخلی امور کے حوالے سے بتایا گیا کہ ان تینوں مسودۂ قوانین کو تیار کرنے کے لیے نیشنل لاء یونیورسٹی دہلی کے وائس چانسلر کی سربراہی میں ایک کمیٹی تشکیل دی گئی تھی۔اس تعلق سے یہ بھی کہا گیا کہ تقریباً چار سال کا وقفہ اس کام میں لگایا جاچکا ہے۔ان بلوں کے اندر اصلاحات کے سلسلے میں گورنروں، لیفٹیننٹ گورنروں اور وزرائے اعلیٰ کے ذریعہ 2019 میں ہی بحث ومناقشے کیے جاچکے تھے، 2020 میں چیف جسٹس آف انڈیا، متعدد ہائی کورٹوں کے Chief Justice اور بار کانسل آف انڈیا کے ماہرین قانون سے بھی تبادلۂ خیال ہوچکا تھا، نئے مسودہ قوانین میں ہندوستانی شہریوں کو زیادہ جلد انصاف دلائے جانے کی یقینی دہانی کرائی گئی ہے۔

غور طلب بات یہ ہے کہ ان تینوں نئے بلوں کے لحاظ سے موجودہ فوجداری نظام انصاف (Criminal Justice System) اور متعلقہ زیر التوا مقدمات پر جو قانونی نظیر عدالتی اصول بن گئے ہیں، کیا اُن سے زیر بحث معاملات پر اثر (Impact) پڑے گا یا نہیں؟ ان دنوں اکثر و بیشتر عدالت میں آنے والی مفاد عامہ کی عرضی (PIL) کے ساتھ جو رویہ سرکار اور عدلیہ دونوں کی جانب سے اختیار کیے گئے ہیں، وہ باعث پریشانی بن چکے ہیں۔ ریاست کا مفاد عامہ کی عرضی یا PIL کے معاملے میں بنیادی ردّعمل بے ساختہ ہوتا ہے۔ مثلاً اگر ہجومی تشدد کے معاملے میں پولس نے ایف آئی آر درج نہیں کی یا قانونی کاروائی نہیں کی، تو لوگ سپریم کورٹ پہنچ کر انصاف ملنے کی توقع کرتے ہیں۔ وہ ایسی شکایت جو مفاد عامہ کے راستے سے سرکار کے خلاف یا عدم فعالیت کا مسئلہ جہاں اٹھایا جاتا ہو تو یہ کہہ کر رد کرنے کی کوشش ہوتی ہے، ایسی شکایتوں کے لیے اور بھی طریق کار دستیاب ہیں۔

موجودہ حکومت یہ بھی دعویٰ کرتی نظر آتی ہے کہ 2027 سے پہلے ملک کی سبھی عدالتیں کمپیوٹرائزڈ ہوجائیں گی، اگر کوئی شخص گرفتار ہوتا ہے تو فوری طور پر اس کے گھر والوں کو آگاہ کیا جائے گا، اس کے لیے خصوصی پولس افسر کا تقرر کیا جائے گا۔3/سال تک کی سزا پانے والے سیکشن کا سَمری ٹرائل (Summary Trial) ہوگا، جس کی وجہ سے کیس کی سماعت جلد ہوجائے گی اور فیصلہ جلد آجائے گا، نیز ججز کو 30/دنوں کے اندر اندر فیصلہ سنانا ہوگا۔اگر سرکاری ملازم کے خلاف کوئی مقدمہ درج ہو تو 120/دنوں کے اندر مقدمہ چلانے کی اجازت دینا ضروری ہوگی۔ منظّم جرائم (Organised Crimes) میں سخت سزاؤں کا التزام کیا گیا ہے۔ سزائے موت کو عمر قید میں تبدیل کیا جاسکتا ہے، تین سالوں کے اندر سبھوں کو انصاف مل سکے گا۔ 'ہجومی تشدد' یا Mob Lynching کو ایک الگ جرم کے طور پر بھی تسلیم کیا گیا ہے، جہاں تشدد کا محرک صرف متاثرہ شخص کی شناخت ہے، تاہم سزا صوابدیدی ہے، جو کہ ''عام قتل'' کی سزا سے نمایاں طور پر کم ہے۔

سب سے اہم بات یہ ہے کہ ''ردّ استعمار کے نام پر کلیتاً'' ہندی ناموں سے نئے قوانین کو ملقب کرنا خود ایک ذیلی لسانی استعمار کا انعکاسِ کامل ہے۔ جب 'پینل کوڈ' اور 'کریمنل پروسیجر کوڈ' زبان زد عام تھے تو ''سرکشا'' ''سنہتیا'' جیسے دقیق الفاظ کسی لسانی استیلاء سے کم نہیں۔ ہندی بولنے والی ریاستوں میں عوام شاید ان الفاظ سے مانوس ہوں لیکن غیر ہندی (Non-Hindi States) ریاستوں میں جہاں مادری زبان ہندی نہیں، بلکہ اُن کی اپنی علاقائی زبانیں ہیں، مثلاً تمل ناڈو، کیرالہ، آندھرا پردیش و دیگر، وہاں اُن کے لیے ہندی کا تسلط انھیں منظور بھی نہیں ہے۔

ہندوستانی سماج، تکثیریت کا آئینہ دار ہے، وہاں ایسی ہر کوششیں جو ایک لاٹھی سے ہانکنے کی روش کو بڑھائے، اسے قبولِ عام حاصل نہیں ہوسکتا، ایسا ہونے کی امید معدوم بھی ہے۔

یہ کہنا کہ 1860 کے قوانین انگریزی استعمار کا ورثہ تھیں، بہت لائق جواز نہیں کہا جاسکتا، یہ بات ہم کیوں بھول جاتے ہیں کہ یہ قانون 1947 سے آج تک بغیر کسی چھان پھٹک کے چل ہی نہیں سکتا تھا، یہ صحیح ہے کہ رواں قوانین میں ترمیم وتنسیخ نہ ہو تو معاشرہ انجماد کا شکار ہوجاتا ہے لیکن موجودہ حکومت اور ان کے کارپردازان جس طرح ''کام'' کرنے کے عادی ہیں، وہ ڈھکی چھپی بات بھی نہیں، ان سے تعمیری توسیعات کی امید محض تحصیل لاحاصل ہے۔

واضح رہے کہ نئے بلوں کو بغیر کسی Notice یا کسی اہم مشاورت کے ضمنی بزنس لسٹ میں اچانک متعارف کیا جانا قطعاً مناسب نہیں تھا۔لوک سبھا میں 'INDIA' الائنس کے اراکین پارلیمان نے بل کے اس انداز سے ٹیبل کیے جانے پر شدید مخالفت کی ہے۔ سیاسی گھماسان بھی کچھ معمولی انداز میں ہوا۔ برسراقتدار گروپ (NDA) کے اراکین نے صوتی ووٹ کے ذریعہ اس کی حمایت کردی۔ انڈیا الائنس کے اراکین نے اس پر بھی اعتراض کیا کہ حکومت، اتنی جلد بازی میں اسٹیڈنگ کمیٹی کو بھیجنے کی ضرورت کیوں محسوس کررہی ہے۔

راجیہ سبھا کے چیئرمین اور نائب صدر جمہوریہ، جگدیپ دھنکڑ نے آئی پی سی، سی آر پی سی اور ایویڈنس ایکٹ کے نئے ترمیم شدہ مجوزہ قوانین کو وزارت داخلہ کی اسٹینڈنگ کمیٹی کو 18/اگست 2023 کو ہی سپرد کردیا ہے اور مذکورہ کمیٹی سے کہا گیا ہے کہ وہ تین مہینوں کے اندر اپنی رپورٹ پیش کردے۔ بی جے پی کے ممبر اور راجیہ سبھا سے رکن پارلیمنٹ برج لال، جو سابق ڈی جی پی اتر پردیش ہیں، وہ وزارت داخلہ کی اسٹینڈنگ کمیٹی کے چیئرمین ہیں۔ واضح رہے کہ مذکورہ کمیٹی کے تحت 31/ارکان (21/لوک سبھا اور 10/ارکان راجیہ سبھا سے) ہوتے ہیں۔

بہرحال، دنیا بھر کے بہتیرے مما لک اپنے سخت مجرمانہ قوانین کی وجہ سے پسماندہ طبقات کو پہنچنے والے نقصانات کی شناخت شروع کردی ہے۔ وہ جرائم اور تنازعات کو لے کر مزید پُرامن طریقے سے حل کرنے کے لیے متاثرہ لوگوں کی فعالیت کو مدنظر رکھتے ہوئے قوانین کو تبدیل کررہے ہیں۔ تاہم ہمارے ملک میں حکومت پُرامن طریقے کو چھوڑ کر سخت نظیر پیش کرنے کی حامی ہے جو انصاف اور حقوق دونوں کو ہی مجروح کرتے ہیں۔

یوں پارلیمانی اسٹینڈنگ کمیٹی کی مدت کم از کم ایک سال تو ہوتی ہی ہے، اب دیکھئے آگے آگے ہوتا ہے کیا؟

◯ ☆ اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے، فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زرتعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں، مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر آپ سالانہ یا ششماہی زرتعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کردیں۔ **رابطه اور واٹس اَپ نمبر 9576507798**

**A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168,Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233**

نقیب کے شائقین نقیب کے آفیشیل ویب سائٹ ***www.imaratshariah.com*** پر بھی لاگ ان کرکے نقیب سے استفادہ کرسکتے ہیں۔(**محمد اسعدالله قاسمی منیجر نقیب**)

WEEK ENDING-11/09/2023, Fax : 0612-2555280, Phone:2555351,2555014,2555668, E-mail: naqueeb.imarat@gmail.com, Web. www.imaratshariah.com,

**نقیب** قیمت فی شمارہ -/8 روپے ششماہی -/250 روپے سالانہ -/400 روپے